سیف المسیح الهدایة علی عنق المسیح الضلالة

المعروف

حضرت مسیح عیسیٰ علیہ السلام کی حیات

بجواب

حضرت مسیح عیسیٰ علیہ السلام کا وصال

مؤلف

محمد عدنان حنفی

یوں تو مہدی بھی ہو عیسی بھی ہو سلمان بھی ہو
تم سب کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

سیف المسیح الهداية على عنق المسيح الضلالة

المعروف

حضرت مسیح عیسی علیہ السلام کی حیات

بجواب

حضرت مسیح عیسی علیہ السلام کا وصال

مؤلف

محمد عدنان فاروقی حنفی

نام کتاب حضرت مسیح عیسیٰؑ کی حیات

مؤلف محمد عدنان فاروقی حنفی

سنہ اشاعت سنہ ۲۰۲۲ء / سنہ ۱۴۴۴ھ

فہرست مضامین

اللھم صلّ علیٰ محمدٍ و آلِ محمد

انتساب

راقم اثیم اپنی اس حقیر کاوش کی نسبت حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کی طرف کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے، کیونکہ یہ ان کی حیات ونزول کے متعلق ہے، اگر میں زندہ رہا تو اس حقیر کاوش کو خود ان کی خدمت میں لے کر حاضر ہوں گا اور سعادت حاصل کروں گا ،اور اگر میں ان کے نزول سے پہلے دنیا سے چل بسا تو میرے خاندان میں کوئی نیک بخت اس کو حضرت مسیح ابن مریمؑ کی خدمت میں پیش کر کے میری طرف سے سلام مسنون عرض کردیں۔ البقاء اللہ تعالی وحدہ

ہزاروں منزلیں ہوں گے ہزاروں کارواں ہوں گے
نگاہیں ہم کو ڈھونڈیں گے نہ جانے ہم کہا ہوں گے

عدنان حنفی

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی جعل مسیح ابن مریم علیه السلام من علامات الساعة و یظهر قدرته علی الیهود والنصاری ولم یکن له شریک فی الملک ولم یکن له من الذل وکبره تکبیرا والصلوة علی من انزل القرآن الکریم محمد وعلی آله واصحابه اجمعین ۔

امابعد فاعوذ بالله من الشیطن الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم وقال الله تبارک وتعالی فی کلام المجید والفرقان الحمید یعیسی انی متوفیک ورافعک الی ومطهرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیٰمة ۔

وقال فی مقام آخر وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به وقال ایضاً وانه لعلم للساعة ۔

صدقت یا رب العٰلمین

و بلغت یا رحمة للعلمین

و نحن علی ذلک لمن الشاهدین

و الحمد لله رب العلمین

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی تخلیق بغیر ماں اور باپ کے کیا، اور پھر حضرت حواؑ کو حضرت آدمؑ کی پسلی سے پیدا فرمایا، چنانچہ بغیر ماں باپ کے پیدا کیا اور بغیر ماں کے پیدا کیا پھر اللہ تعالیٰ نے قدرت اور وجود خداوندی کے منکرین پر اتمام حجت کے لئے بغیر باپ کے بھی ایک انسان کو پیدا فرمایا تاکہ یہ شبہ بھی ختم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے بغیر ماں باپ اور بغیر ماں کے تو پیدا فرمایا لیکن بغیر باپ کے نہیں فرمایا یا نہیں فرما سکتا۔

چنانچہ حضرت مسیح ابن مریمؑ کی تخلیق اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے فرمایا جو دیگر انسانوں سے مختلف ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو بغیر باپ کے پیدا فرما کر اپنی قدرت کا واضح ثبوت دکھلایا، اور پھر ماں کی گود میں گفتگو کرنا یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک اور عجیب کرشمہ تھا، چنانچہ آپؑ نے یہود و نصاریٰ کو درسِ توحید دیا لیکن انہوں نے انکار کیا نہ صرف انکار بلکہ یہودیوں نے یہاں تک آپؑ کو قتل کرنے کی سازش کی۔

جب یہودیوں نے حضرت مسیح ابن مریمؑ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو ایک بار پھر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرما کر اتمام حجت تمام کردی، چنانچہ یہودیوں نے ارادہ کیا کہ حضرت مسیحؑ کو گرفتار کر کے سولی پر لٹکا دیں گے اور یوں اس کو ختم کر دیں گے، اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی اس سازش کو خاک میں ملایا اور جب یہود آپؑ کو گرفتار کرنے آئے تو اللہ تعالیٰ نے کسی اور آدمی کو حضرت مسیحؑ کے ہم شکل بنایا اور یہودیوں نے آکر اس کو گرفتار کیا اور سولی پر لٹکایا اور یوں انہوں نے گمان کیا کہ ہم نے حضرت مسیحؑ کو سولی دی، حالانکہ آپؑ کو اللہ نے بحفاظت آسمان کی طرف اٹھایا اور قرب قیامت دوبارہ آپ کا نزول ہوگا۔

پھر حضرت مسیحؑ کے بعد کوئی نبی نہیں آیا یہاں تک کہ دنیا میں ظلم وستم کا دور چلا ، اور دنیا ایک تاریک گڑھے میں تھا جن کو روشنی کی ضرورت تھی ، اور ہر ایک میں فرعونی صفات تھے،توحید کا نقشہ مٹ گیا تھا،لوگوں میں حلال وحرام کی تمیز نہیں تھی ، درندوں کی سی زندگی گزارتے تھے ، انسانی حقوق کو جانتے ہی نہیں تھے ، والدین کے حقوق نہیں تھے ، بیوی پر ظلم کیا جاتا تھا ، بچوں کو زندہ درگور کرتے تھے ، ہمسائے کے کچھ حقوق نہیں تھے ، بڑے چھوٹوں پر ظلم کرتے تھے ،لڑائیاں عام تھی ، چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائی ہوتی تو سالوں تک ختم نہیں ہوتے ، بتوں اور آتش کی پوجا عام تھا، کئی خداؤں کے تصور کرتے تھے۔

حاصل کلام دنیا ایک عجیب تاریکی میں زندگی گزار رہے تھے، اللہ تعالی کو یہی منظور تھا کہ اب اس کے لئے ایک روشنی کی ضرورت ہے ، جو دنیا کا نقشہ بدل دیں اور انسانوں کو بھولا ہوا سبق یاد دلائے ، برسوں سے جاری ظلم کو ختم کریں،تو دیکھتے ہی سرزمین عرب میں وہ روشنی نمودار ہوا جس سے وقت کے فرعونوں کے ایوان میں ایک لرزہ پیدا ہو گیا،ظلمتِ عالم میں ایک روشنی چھا گیا ستاروں نے جس کا استقبال کیا۔

پھر وہ نور پھیلتا رہا جس کی روشنی نے دنیا کو اپنے لپیٹ میں لے لیا، آخر چشم فلک نے وہ نظارہ دیکھا کہ عرب کے پہاڑوں سے ایک صدا گونجی ، ہزاروں لوگوں کے درمیان بتوں کی پوجا کرنے والو کے درمیان ایک شخص کھڑا دنیا کو اپنی مقصد یاد دلا یا اور برسوں سے بھولا ہوا سبق دلا کر یہ صدا بلند کی کہ:

”اے لوگو! تم لوگ پڑھ لو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تم کامیاب ہو جاؤ گے“

پھر کیا ہوا لوگوں نے اس نور کو بجھانے کے لئے طرح طرح کے حربے استعمال کئے ،

ہر قسم کی تکلیف دی، مارا گیا اور قسم قسم کی کانٹے ان کے راہ میں بچھائے گئے، حتی کہ اپنے شہر کو چھوڑنے پر مجبور کیا گیا، لیکن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہیں جا سکتا۔

پھر دنیا نے دیکھا اس عظیم شخصیت کا مقصد دنیا پر غالب آیا، لوگوں کو ایک روشنی مل گئی، والدین کے حقوق مل گئے، بیوی کی حقوق، بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے والے بیٹیوں کی محب بن گئے، ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ایک دوسرے پر گردن کٹوانے والے بنے، ہمسائے کے حقوق مل گئے، کئی خداؤں کی عبادت کرنے والے ایک خدا لم یزل کی عبادت گزار بن گئے، لوگوں کو وہ سکون ملا جو برسوں سے انہوں نے کھویا تھا۔

اس عظیم شخصیت پر جو ایمان لائے وہ لشکر دنیا کا سب سے عظیم لشکر بن گیا اور اس کا سپہ سالار دنیا کا عظیم سپہ سالار بن گیا جس کی مثال پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے، وہ عظیم سپہ سالار کون تھا، جی ہاں وہ عظیم شخصیت جسے دنیا محمد کے نام سے جانتا اور پہچانتا ہیں جس کے نام لیواؤں کو تاکید کیا گیا ہے جب ان کے اسم گرامی زبان پر آجائے یا کسی زبان سے سنے تو درود و سلامتی ان پر بھیجے۔ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعد نبوت ۲۳ سالہ دور میں دنیا کا رنگ کیسے بدلا یہ ایک تاریخی موضوع ہے جس کا احاطہ انتہائی مشکل ہے، اس کے لئے کتب سیرت کی طرف مراجعت کریں۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام احکام الٰہی پہنچا دیا اور بتا دیا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جو بھی دین میں نئی چیز کی اضافہ فرمائے گا تو وہ رد کیا جائے گا اور امت محمدیہ اس کو

ہرگز تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔ جب ایک نئی چیز کو قبول کرنے کو ہم تیار نہیں تو اندازہ لگائیں کہ ایک چیز پہلے سے موجود ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاکید کے ساتھ فرمایا ہے کہ یہ چیز ہے اور پھر بھی اس کا انکار کرنا تو اس کو تو بطریق اولی قبول نہیں کیا جائے گا۔

حضرت مسیح ابن مریمؑ کی حیات اظہر من الشمس ہیں، اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہیں اور احادیث نبویہ اس کے متعلق متواتر ہیں۔ ایک ہے حضرت مسیح ابن مریمؑ کی صرف حیات کا انکار اور دوسرا انکار کے ساتھ خود حضرت مسیح ابن مریم کا دعوی کرنا، ہم تو انکار کا ہی رد کرتے ہیں تو پھر مسیح ابن مریم کا دعوی کرنا اس کی اجازت کہاں سے ملے گا۔

ع

این خیال است و محال است و جنون

مرزا غلام احمد قادیانی جنہوں نے کبھی جھوٹی نبوت کا دعوی کیا تو کبھی مہدی ہونے کا، کبھی مجدد ہونے کا تو کبھی مامور ہونے کا، کبھی نذیر ہونے کا تو کبھی آدم و مریم و احمد ہونے کا، کبھی امام زماں ہونے کا تو کبھی ظلی نبی کا۔ ؎

کس کا یقین کیجئے کس کا یقین نہ کیجئے
لائے ہے بزم یار سے لوگ خبر الگ الگ

غرض مختلف اوقات میں مختلف دعوے تھے لوگوں کو بھی حیران کر دیا کہ یہ اصل میں ہے کیا چیز، چنانچہ علماء نے جلد اسے سمجھ لیا اور عوام کو متنبہ کیا کہ یہ ایک جھوٹا، کذاب دجال اور بے ایمان شخص ہیں، دیگر جھوٹے نبوت کے دعوی کرنے والوں میں سے یہ بھی ایک جھوٹا شخص ہے۔

چنانچہ انہوں نے ۱۸۹۱ء میں مسیح ابن مریم کا دعوی کیا، جو دیگر دعاوی کی طرح ایک جھوٹی دعوی تھا، چنانچہ علماء کرام نے جب قرآن وحدیث اور اجماع امت سے حضرت مسیح ابن مریمؑ کی حیات کو ثابت کیا تو مرزائی اس دعوی سے بھاگ کر دوسری راہ اختیار کیا کہ حدیث میں جس مسیح ابن مریم کے نزول کا ذکر ہے اس سے مراد بعینہ حضرت مسیحؑ مراد نہیں بلکہ اس سے مراد امت محمدیہ میں کوئی ایسا شخص مسیحی صفات میں ظاہر ہوگا اور وہ میں ہوں، چنانچہ پھر اس سے مطالبہ کیا گیا کہ کس چیز میں آپ اور حضرت مسیحؑ کے درمیان مماثلت ہے جس کا جواب آج تک نہ مرزا نے دیا اور نہ کسی مرزائی نے ثابت کیا کہ مرزا کا ان چیزوں میں حضرت مسیحؑ کے ساتھ مماثلت ہے۔

سبب تالیف:

آج سے ایک مہینہ قبل پاکستان میں بارشوں کا سلسلہ شروع ہوا، جس سے پاکستان کے اکثر شہروں میں بارش ہوئی لیکن کوئٹہ، لسبیلہ، اور سندھ کے چند شہروں میں بہت ہی زیادہ بارشیں ہوئی جس سے عوام الناس کو بہت باری نقصان اٹھانا پڑا ہزاروں لوگوں کے جائداد تباہ ہوگئے اور ہزاروں افراد بے گھر ہوگئے، بجلی اور گیس غائب رہی حتی کہ انٹر نیٹ کا سلسلہ بھی بند ہوگیا، اس پریشانی کے عالم میں کوئٹہ (بلوچستان) کے چند مدارس میں بجلی اور گیس نہ ہونے کی وجہ سے تعطیلات ہوگئے اور ایک ہفتہ کے لئے طلباء کرام کو چھٹی دیا گیا۔

چنانچہ موقع کو غنیمت جان کر ناچیز راقم السطور نے ارادہ کیا کہ حضرت مسیح ابن مریمؑ

کی حیات پر اگر ایک رسالہ لکھ دوں، شاید اس کے وسیلہ سے اللہ تعالی قیامت کے دن اپنے فضل کا معاملہ فرمائیں۔لیکن دیکھا کہ اکابرین علماء کرام نے حسب معمول اس میدان کو بھی خالی نہیں چھوڑا اور کئی تصانیف لکھ کر حیات ابن مریمؑ کو اظہر من الشمّس کر دیا ہیں، راقم جب کتب کی چھان بین کر رہا تھا تو حضرت انور شاہ کشمیریؒ کے مایہ ناز تصنیف ''عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسیٰؑ '' مل گیا جس کا ۲۰۱۹ء میں مطالعہ کر چکا تھا، جب دوبارہ نظر دوڑایا اور کتاب پر لکھے گئے تبصرے دیکھے تو یہ ارادہ ترک کرنا پڑا کہ ایسی کتابوں کے ہوتے ہوئے ہم جیسے کم علم کیا لکھے سب کچھ انہوں نے تو بیان کر دیا ہے۔

اس چھان بین کے دوران مجھے کتب خانہ کے رسائل میں ایک رسالہ ملا جو ''حضرت مسیح عیسیٰؑ کا وصال '' کے نام سے موسوم ہے، جب میں نے اس رسالہ کو پڑھا تو ایک قادیانی کی لکھی ہوئی رسالہ معلوم ہوا، لیکن رسالہ پر انہوں نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا ہے، نہ جانے نام چھپانے کی کیا غرض ہوگی۔اس رسالہ میں مرزائی نے حضرت مسیح عیسیٰؑ کی وفات کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کیا ہے، اور اپنے مدعیٰ پر نو (۹) آیات قرآنی اور چار احادیث نبویہ اور پانچ اکابرامت (بقول مرزائی) کی شہادات پیش کیا ہے۔لیکن یقین کیجئے کہ اسلام کے ایک بنیادی عقیدہ کو غلط ثابت کرنے پر ان کا ذہن کام چھوڑ جاتا ہے کہ میں کیا لکھ رہا ہوں کیا بول رہا ہوں اور میرے الفاظ میں ربط ہے کہ نہیں، ایک مقام پر ایک بات کہہ دی تو دوسرے مقام پر اس کو خود رد کر دیتا ہے۔

چنانچہ راقم اثیم نے سوچا کہ بجائے حضرت مسیحؑ کی حیات پر مستقل کتاب لکھنے کی مرزائی دلائل کا قلع قمع کیا جائے۔تو اسی رسالہ کو بنیاد بناتے ہوئے مرزائی دلائل کا

تعاقب کیا گیااور ساتھ میں چند مختصر دلائل حضرت مسیحؑ کی حیات پر پیش کیا گیا ہے۔

احادیث مبارکہ سے جو دلائل اور صحابہ کرام اور تابعین کے آثار سے جو دلائل پیش کئے گئے ہیں وہ حضرت انور شاہ کشمیریؒ کی مایہ ناز عربی کتاب ''التصریح بما تواتر المسیح'' سے عربی عبارت مع ترجمہ نقل کر دیا گیا ہے۔

قارئین کرام کی دلچسپی کے لئے مرزائی رسالہ کو متن بنا کر جواب دیا گیا ہے مکمل عبارت نقل کر دی گئی ہے۔اوراس کتاب میں دو باب ہیں، باب اول میں مرزائی رسالہ کا مکمل جواب ہے اوراس میں چار فصلیں ہیں۔اور باب دوم میں حضرت مسیحؑ کی حیات پر دلائل ہیں اوراس میں بھی چار فصلیں ہیں۔

اللہ تعالی سے دعا گو ہوں کہ ہمیں حق کے راہ پر قائم ودائم رکھیں۔اور تمام فتنوں سے محفوظ رکھیں۔آمین

بہت جلد ہوجائے گا آشکارہ
کہ جگنو کو سمجھے ہو تم اک شرارہ

ناچیز محمد عدنان حنفی عفی عنہ

21/10/2022

بروز جمعہ مبارکہ

تمہید

لکھتے ہیں کہ:

''حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مرزا غلام احمد علیہ السّلام نے ۱۸۸۹ء کے ماہ مارچ میں مقام لدھیانہ الہامات ربانی کے ماتحت جماعت احمدیہ کی بنیاد ڈالی اور آپ نے سعید روحوں کو بیت کی دعوت دی۔ آپ کی اسلامی خدمات اور تقوی اور نیکی کی بنیاد پر کثرت سے نیک لوگوں کا آپ کی طرف رجوع ہونا شروع ہوا۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کی مذہبی فضا کافی حد تک آپ کی تائید میں تھی کہ یکا یک ۱۸۹۰ء کے اواخر میں خدا تعالی کی طرف سے آپ پر یہ انکشاف ہوا

۱۔ مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے۔

۲۔ ''جعلناک المسیح ابن مریم ''یعنی ہم نے تجھ کو ابن مریم بنایا۔

(صفحہ/۱)

الجواب:

جھوٹ اور دجل کی انتہاء ہے، اپنے ہوس و خواہشات کی بنیاد کو الہامات ربانی سے تعبیر کرنا بے حیائی کی انتہاء ہے، اگر مصنف میں کچھ شرم و حیاء ہوتی تو وہ مرزا علیہ لعنۃ کی پھیلایا ہوا گند کو اس کی نفس پرستی پر محمول کرتا نہ کہ الہامات ربانی۔ اور پھر یہ مرزا کے چیلے ثابت کریں کہ مرزا نے الہامات ربانی کے ماتحت اپنی خواہشات کو جماعتی شکل دے کر جماعت احمدیہ کی بنیاد ڈالی ، یہ الہام آپ کو کب اور کیسے ہوا اور یہ نام خود مرزا نے رکھا یا یہ بھی الہام ہوا تھا؟ نیز جماعت احمدی کی بنیاد کی کیا ضرورت تھی کیا اس کی وجہ الہام میں بتایا گیا تھا یا نہیں؟

لوگوں کا آپ کی طرف میلان ہونا یہ قبل از بنیاد جماعت تھا یعنی جس وقت آپ کسی اور روپ میں تھے، پھر جب کسی اور روپ میں آ گئے تو اس کا آپ کو کیا صلہ ملا وہ مصنف کے مابعد آنے والی عبارت سے آشکارہ ہوگا۔

اور قبل انکشاف از خدا تعالیٰ مرزا خود حیات ابن مریمؑ کے قائل تھے، یہ سارا ڈرامہ دعویٰ مسیح ابن مریم کے لئے تمہید ہے، نہ ایسا انکشاف ہوا ہے اور نہ آئندہ کسی کو ہوگا، مرزا کو پوری زندگی میں کبھی کشف ہی نہیں ہوا چہ جائیکہ انکشاف ابن مریمؑ کے متعلق ہو، اور جب ابن مریمؑ پہلے سے ہی موجود اور حیات ہے تو دوسرے ابن مریم بنانے کی کیا ضرورت۔

لکھتے ہیں کہ:

''اس امر کو جب آپ نے دنیا کے سامنے پیش کیا تو دنیا آپ کی مخالفت پر تل گئی خصوصاً مسلمان علماء نے تو آپ پر اور آپ کی جماعت پر کفر کے فتوے تک لگائے۔ اس زمانہ کے علماء نے آپ کے مقابلہ پر حیات مسیح ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن آپ نے تحدی کے ساتھ اس مسئلہ کو پیش کیا اور لکھا کہ آخر دنیا کے لوگ وفات مسیحؑ کے مسئلہ کو ماننے پر مجبور ہوں گے۔ کیونکہ اسلام کی زندگی اسی میں ہے کہ مسیح ناصریؑ کی وفات کو ثابت کیا جائے۔ اور آپ نے اعلان کیا کہ مسلمانوں کا یہ رسمی عقیدہ کہ مسیح ناصری حضرت عیسیٰؑ آخری زمانہ میں آسمان سے بجسد عنصری اتریں گے۔ اس سے مراد یہ تھا کہ امت محمدیہ کا ایک فرد مسیحی صفات لے کر دنیا میں آئے گا۔ اور اس کے ذریعہ سے اسلام دنیا میں ترقی کرے گا، اور وہ میں ہوں اور عیسیٰؑ کا بنفس نفیس دوبارہ دنیا میں آنا ایک امر محال ہے۔ وہ تو وفات پا چکے ہیں۔ آپ نے قرآن و احادیث عقل و نقل اور از روئے

تاریخ دلائل تحریر فرما کر نہ صرف وفات مسیح کو ثابت فرمایا۔ بلکہ حضرت مسیح کا مدفن بھی کشمیر میں ثابت کر دیا''۔

(صفحہ/۱،۲)

الجواب:

مصنف کا یہ کہنا ''خصوصا مسلمان علماء نے'' اس بات پر دال ہے کہ ان کا مذہب و مسلک مسلمانوں سے الگ ہیں۔ اور رہی بات اس زمانے کے علماء کرام کے تو بحمد اللہ تعالی وفضلہ انہوں نے تو اس مسئلہ کو دنیا کے سامنے ایسا پیش کیا کہ لوگ تعجب کرنے لگے کہ بھلا ایسے متفق علیہ اور واضح امر میں بھی کوئی اختلاف کرسکتا ہے، لیکن دنیا میں جب منکرین خدا کی کمی نہیں تو ایسے امر کے منکرین کی بھی کمی نہیں۔

اور جہاں تک بات ہے آخر دنیا کے لوگوں کا تو عرض ہے بحمد اللہ دنیا کے لوگ جان چکے ہیں اور جو جہل کی بنیاد پر اس دھوکہ میں آئے تھے وہ بھی الحمدللہ اپنے اس عقیدہ سے توبہ تائب ہوکر سچے مسلمان بن گئے اور بن رہے ہیں اور مزید دیکھتے رہے۔

اور یہ کہنا کہ اسلام کی زندگی اسی میں ہے کہ مسیح ناصریؑ کی وفات کو ثابت کیا جائے، بجز دجل وفریب اور کچھ نہیں اسلام کی زندگی اس میں نہیں بلکہ مرزا کے لئے راہ ہموار کرنا اسی میں ہے۔

تضادِ مرزا:

مرزا کا یہ اعلان کہ ''مسلمانوں کا یہ رسمی عقیدہ کہ مسیح ناصری حضرت عیسی علیہ السلام آخری زمانہ میں آسمان سے بجسد عنصری اتریں گے'' اور پھر آگے اس کا مراد بیان کرنا ایک کھلا تضاد

ہے۔اس لئے کہ مراد اس کا بیان کیا جاتا ہے جو ماقبل ثابت ہوتو مطلب یہ ہوا کہ حضرت عیسی علیہ السلام آخری زمانہ میں آسمان سے بجسد عنصری نازل ہوں گے۔اور مرزا کا اس کا مطلب اور معنی بیان کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ مرزا اس بات کے قائل ہے ابن مریم بجسد عنصری نازل ہوں گے۔اگر وہ اس کا انکار کرتا تو وہ سرے سے ہی اس کا مطلب ہی بیان نہ کرتا بلکہ فوراً اس کو منفی انداز میں لیکر اس کا رد کرتا نہ کہ مراد کا تعین۔یہ الگ بات ہے اس سے جو مراد مرزا نے بیان کیا ہے وہ جھوٹ کا پلندہ ہے اور علم سے یتیم ہونے کا منہ بولتا ثبوت۔

اگر کوئی کہے یہاں تو مسلمانوں کا رسمی عقیدہ بیان ہو رہا ہے یہ مرزا کا اپنا عقیدہ نہیں ہے تو عرض ہے جناب اس کا مطلب یہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے اور یہ خود مسلمان نہیں ہے اپنے کو مستثنی کر رہے ہیں اگر مسلمان نہیں ہیں اور یقیناً نہیں ہے تو وہ مسلمانوں سے الگ ہونے کا اعلان کریں پھر یہ ظاہراً مسلمان اور باطناً مرزا کی محبت اسے دجل وفریب ہی کہا جاسکتا ہے بالفاظ دیگر انسان کے شکل میں شیطان ؎

در برابر چو گوسپندِ سلیم
در قفا ہمچو گرگِ مردم دَر

اور دوسری بات کہ مرزا نے اس کا مراد بیان کر کے ثابت کیا کہ ماقبل والی بات مثبت ہے اگر منفی ہوتی تو وہ سرے سے ہی مراد بیان نہ کرتے اگرچہ یہ عقیدہ مسلمانوں کا ہو۔

حیات ابن مریم علیہ السلام کو رسمی عقیدہ کہنا انتہائی گھٹیا پن ہے۔

رہی بات قرآن وحدیث عقل ونقل کے ذریعے وفات ابن مریم علیہ السلام کو ثابت کرنا تو یہ ڈھکوسلے ہیں ایسا کچھ نہیں۔مرزا تو خود اپنے انجام کو پہنچ گیا اب چند چیلے دنیا میں موجود ہیں ان کو کھلا چیلنج ہے وہ قرآن کی ایک آیت پیش کریں جس سے دلالۃ النص، اشارۃ النص، اقتضاء

النص، کنایہ النص وفات ابن مریم علیہ السلام ثابت ہو یا پھر اس آیت سے کسی صحابی نے یا کوئی مستند عالم نے وفات ابن مریم کو ثابت کیا ہو یا مراد لیا ہو۔ **الیس منکم رجل الرشید**

اور مدفنِ مسیح کا تعین کشمیر بتلانا کذب سے خالی نہیں جب انتقال ہی نہیں ہوا تو مدفن کہا ہوگا۔ شرط ہوگا تو مشروط پایا جائے گا مشروط کو بغیر شرط کے ثابت کرنا جہالت کی انتہاء ہے۔

مرزا قادیانی نے جب یہ اشتہار دیا کہ مسیح کی قبر دریافت ہوگئی تو ایک مشترکہ وفد جس میں عیسائی، مسلمان، یہودی اور قادیانی تھے اس قبر کو دیکھنے کے لئے گئے اس قبر کو دیکھ کر سب نے یہی اتفاقی فیصلہ دیا کہ یہ قبر مسیح علیہ السلام کی نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ قبر بتا رہی ہے کہ اس میں مردہ کو بیت اللہ کی طرف رخ کر کے دفن کیا گیا ہے اور بالکل ظاہر ہے کہ اسلام سے پہلے قبر بنانے کا یہ طریقہ تھا ہی نہیں اور یہ قبر اسلامی طرز کی ہے جبکہ مسیح کا وصال بقول مرزا دنیا میں اسلام آنے سے تقریباً ۵۰۰ سال پہلے ہو چکا۔

اس کا جواب مرزا قادیانی نے نہیں دیا۔

(تریاق اکبر بزبان صفدرؒ)

عقیدہ حیات ابن مریم علیہ السلام کی اہمیت وضرورت:

لکھتے ہیں کہ:

''مسئلہ وفات وحیات مسیح کو دو لحاظ سے اہمیت حاصل ہے۔ اول اس لئے کہ چونکہ مرزا صاحبؑ بانی سلسلہ احمدیہ کا دعوی مسیح موعود ہونے کا ہے اس لئے جب تک پہلے مسیح کی وفات نے ثابت کی جائے آپ کا دعوی قابل قبول نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ جس منصب کا مرزا صاحب کا دعوی ہے جب تک اس کی کرسی خالی نہ ہو حضرت مرزا

صاحب کی سچائی کے متعلق دل مطمئن نہیں ہوسکتا۔لہذا ضروری ہے کہ سب سے پہلے اس روک کو دور کیا جائے ''۔

(صفحہ/ ۲)

الجواب:

جہالت کی انتہاء دیکھے دعوی مرزالعین کا مسیح موعود ہونے کا ہے اور ثابت وفات ابن مریم علیہ السلام کو کررہا ہے کیوں ،اس لئے کہ وفات کو ثابت کئے بغیر مرزا کا دعوی باطل ہوگا اس لئے یہ شوشہ چھوڑ رہے ہے اور اس کے لئے وفات ثابت کرنے پر تلا ہے ۔ایک ہی مرزا نہیں ہزاروں مرزا دعوی مسیح کریں حضرت ابن مریم علیہ السلام کی حیات پر کچھ فرق نہیں پڑتا۔

کل کوئی اور اٹھے اور اپنے سے لکھی ہوئی کتاب کو آسمانی کتاب قرار دیں اور کہے کہ قرآن منسوخ ہو چکا ہے (معاذ اللہ) یہ نئ آسمانی کتاب ہے اور پھر وہ قرآن کو اس لئے منسوخ قرار دیں کیونکہ اس کا دعوی ہے نئ آسمانی کتاب کی ، پرانی کتاب کے ہوتے ہوئے نئ ثابت نہیں ہوسکتی اس لئے قرآن کا منسوخ ہونا لازمی ہے۔

لہذا قادیانی مکاروں کا یہ کہنا کہ مسیح ابن مریم علیہ السلام کی وفات جب تک ثابت نہ ہو مسیح کا دعوی ثابت نہ ہوگا بہت بڑا دھوکہ اور فریب ہے۔اور مصنف کا یہ کہنا کہ ''مرزا کا بھی دعوی مسیح موعود ہونے کا اس کے لئے جب تک وفات مسیح علیہ السلام کو ثابت نہ کیا جائے مرزا کا دعوی درست نہیں ہوسکتا'' (اور اس کے علاوہ پوری عبارت) اس بات پر دال ہے کہ وفات مسیح علیہ السلام کو جبرا ثابت کیا جارہا ہے اور کسی وجہ سے کیا جارہا ہے۔ وجہ یہ ہے مرزا کا دعوی صحیح نہیں ہوگا معلوم ہوا کہ حیات ابن مریم علیہ السلام سرے سے ثابت ہے اور وفات کو ثابت کرنے والے وہ کسی مجبوری کے تحت ثابت کرر ہے ہیں وہ یہ کہ اس کے بغیر دعوی مرزا باطل ہوگا۔

لہذا قرآن و حدیث کی رو سے حیات ابن مریم علیہ السلام ثابت ہے کسی کو اس میں اختلاف کی گنجائش نہیں ۔ اور جو وفات کو ثابت کر رہے ہیں وہ مرزا کے دعوی کو صحیح قرار دینے کے لئے کر رہے ہیں نہ کہ قرأن وحدیث کی رو سے۔

لکھتے ہیں کہ:

’’دوسرا اس لحاظ سے کہ دنیا کا بیشتر حصہ عیسائی مذہب کا پیرو کار ہے اور وہ مسیح ناصری کو خدا کا بیٹا جانتے ہیں اور ان کا اعتقاد ہے کہ حضرت مسیحؑ چند سال دنیا میں گذارنے کے بعد پھر آسمان پر واپس چلے گئے۔ اور وہاں زندہ موجود ہیں اور خدا کی خدائی میں شریک ہیں۔ ادھر مسلمانوں کا حیات مسیح کا رسمی عقیدہ بھی عیسائیوں کی امداد کرتا تھا۔ لہذا الوہیت مسیحؑ کے بطلان کے لئے بھی ضروری ہے کہ مسیح کی وفات ثابت کی جائے۔ ان دو وجوہ کی بناء پر ضروری ہے کہ قرآن وحدیث، عقل ونقل کی رو سے اس مسئلہ کو صاف کر کے مخلوق خدا کی ہدایت کا سامان مہیا کیا جائے اور عیسائیت کے مقابلہ میں اسلام کا بول بالا ہو۔

ہم یہاں تو آیات قرآنی اور چار احادیث نبویہ اور پانچ امت کے اکابر کی شہادات پیش کرتے ہیں۔ جن کی رو سے وفات مسیح کا مسئلہ بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ اور آخر میں اس مسئلہ کے سمجھنے میں جو شبہات اور رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں ان کا ازالہ بھی کریں گے ‘‘۔

(صفحہ/ ۲۔۳)

الجواب:

عجیب جہالت کی کشمکش میں ہے یہ نادان! کیا ہم اپنے عقائد کو اس لئے چھوڑ دیں کیونکہ

غیروں کا یہی عقائد ہیں۔اسلام میں اب بھی ایسے احکام موجود ہیں جو ما قبل مذاہب میں رائج تھے تو کیا ہم اس لئے ان کو ترک کر دیں کیونکہ یہ ان کے عقائد میں داخل ہے اور ان سے ان کو تقویت مل رہی ہے۔اگر ایسی بات ہے تو مرزا کا دعوی نبوت باطل ہے اگر چہ وہ جھوٹا دعوی ہے لیکن اس رو سے اس کا بطلان مزید ظاہر ہوگا کیونکہ عیسائی ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت کا منکر ہیں ہم کہتے ہے کہ اللہ کی طرف سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی اور رسول ہے اور یہ بھی ہمارا عقیدہ ہے کہ انہوں نے فرمایا میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا میں ہی خاتم النبیین ہوں۔

اب عیسائی کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی نہیں تھے،اور ہم کہتے ہیں کہ تھے،عیسائی کہتے ہے اگر تھے تو انہوں نے جو فرمایا میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا یہ پھر مرزا کہا سے آ گیا معلوم ہوا وہ نبی نہیں تھے اگر تھے تو نبوت ان پر ختم نہیں ہوا۔اب مرزا کا جھوٹا دعوی نبوت عیسائی مدعیٰ کو تقویت اور امداد دے رہی ہے لہذا وقت کا تقاضا اور اسلام کی حقانیت اسی میں ہے کہ مرزا کا دعوی کو جھٹلایا جائے اور عیسائیت کے مقابلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع بھی ہو اور اسلام کا بول بالا بھی ہو جائے۔

از روئے قرآن حیات ابن مریمؑ کی اہمیت وضرورت:

حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام اللہ تعالی کا برگزیدہ پیغمبروں میں سے ہے آپ کا پیدائش ہی معجزانہ طور پر ہوئی گویا کہ آپ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔

اللہ تعالی نے حضرت عیسیٰؑ سے قبل بغیر ماں اور باپ کے حضرت آدمؑ کو پیدا فرمایا اور پھر بغیر ماں کے حضرت حواؑ کو اس سے اللہ تعالی کی قدرت واضح ہو جاتی ہے،لیکن ممکن تھا بعد میں آنے والے منکرین قدرت خداواندی وہ یہ کہتے کہ اللہ تعالی نے بغیر باپ کے کسی کو کیوں پیدا

نہیں فرمایا یا وہ پیدا نہیں کرسکتا (نعوذ باللہ من العقائد والظن السوء) اللہ تعالی نے اتمام حجت کے لئے حضرت عیسیٰؑ کو بغیر باپ کے پیدا فرما کر مخلوق کو اپنی قدرت دکھایا کہ اللہ تعالی کے لئے کوئی چیز مشکل نہیں۔

جب آپ کی پیدائش بغیر باپ کے ہوئے تو یہ بھی اللہ کی قدرت اور نشانیوں میں سے تھا اور پھر والدہ کے گود میں اللہ کے حکم سے بولنا بھی باری تعالی کی قدرت کا عجیب کرشمہ ہے اور اس کے علاوہ آپ کو اللہ نے کئی معجزے عطاء کئے تھے۔ اور جب یہودیوں نے سازش کیا تو اللہ تعالی نے آپ کو زندہ اٹھانے کا وعدہ فرمایا تو اللہ نے وعدہ پورا کرکے آپ کو آسمان پر اٹھایا اور یہود کی سازش کو ناکام بنادیا گویا یہ بھی اللہ کی نشانیوں میں سے ہے۔

ذہن میں آتا ہے کہ کسی اور پیغمبر کو کیوں اس طرح نہیں اٹھایا حضرت ابن مریم علیہ السلام کو کیوں خاص کیا تو یہ اس لئے کہ چونکہ حضرت عیسی علیہ السلام کو اللہ نے بغیر باپ کے پیدا فرمایا گویا اللہ تعالی اپنی قدرت کو بندوں کا دکھانا ہے کہ اللہ کے لئے کوئی چیز مشکل نہیں گویا توحید کا درس دیا اور پھر زندہ آسمان پر خاص ابن مریم کو اٹھایا اس میں بھی یہی درس دیا کہ جس کو اللہ بغیر باپ کے پیدا کرسکتا ہے وہی اللہ اپنے خاص بندے کو زندہ آسمان پر بھی اٹھا سکتا ہے اللہ کے لئے کوئی مشکل نہیں۔ گویا اس میں منکرین توحید کو سبق دینا ہے۔

اور ایک حکمت حضرت عیسی علیہ السلام کو اٹھانے اور قرب قیامت نزول میں یہ ہے کہ دجال کا لقب بھی مسیح ہے اور ابن مریمؑ کا بھی گویا دجال مسیح الضلالہ ہے اور ابن مریم مسیح الھدایہ اب یہود نے آپ کے خلاف قتل کا سازش بنایا اور اللہ نے آپ کو زندہ اٹھایا اور قرب قیامت جب دجال بھی آئیں گے اور حضرت مسیح علیہ السلام بھی، ظاہر ہے دجال کو قتل حضرت عیسی علیہ السلام ہی کرے گا اس میں حکمت یہ ہے کہ یہود نے ابن مریمؑ کو مسیح الضلالہ سمجھ کر قتل کرنا چاہا اور

مسیح الہدایہ یعنی دجال کا انتظار کر رہے ہیں اور جب وہ آئیں گے تو یہود سمجھیں گے یہ مسیح الہدایہ ہے اس کا اتباع کریں گے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اکثر دجال کے اتباع کرنے والے یہود ہوں گے۔

اور پھر اللہ تعالی اسی مسیح الضلالہ کو مسیح الہدایہ کے ذریعے قتل کروا کر یہود کے اس گمان کا رد کرے گا جو انہوں کیا تھا۔ گویا کہ اولا جب ابن مریم کو قتل کا سازش بنایا اللہ نے آپ کو اٹھا کر ان کے خیال کو رد کیا اور آخر میں بھی اللہ آپ کو نازل کر کے ان کے خیال کو رد کرے گا۔

حضرت عیسی علیہ السلام کو بغیر باپ پیدا کرنا اور پھر زندہ اٹھانا اس سے قدرت خداوندی اور اس کی وحدانیت ثابت ہوتی ہے، اور نزول سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت ہوتی ہے۔

از روئے حدیث اہمیت وضرورت:

حدیث شریف میں بھی چونکہ حضرت مسیح ابن مریم کی نشانی اور نزول کا ذکر ہے اور متواتر ہیں، حضرت ابن مریمؑ کی حیات کا عقیدہ ضروری ہے اس لئے اگر ہم انکار کریں تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں معاذ اللہ کذب لازم آئے گا جو کہ محال ہے ۔ کیونکہ آپ کی صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام قرب قیامت نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے وغیرہ۔

اور یقینا ایسا ہی ہوگا گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک پیغمبر کی حیثیت سے حضرت مسیح علیہ السلام کی نشانیاں بتادیں اور جب یہ ایسا ہوگا تو اس سے ثابت ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا تھا وہ حق اور سچ تھا اور واقعی آپ اللہ کے آخری رسول تھے۔

باب اول فی الجوابات

اس باب میں قادیانیوں کی طرف سے پیش کئے گئے دلائل کے جوابات ہیں، اور اس میں کل چار فصلیں ہیں۔

فصل اول قادیانی دلائل از قرآن کریم

پہلی دلیل اور اس کا حشر:

لکھتے ہیں کہ:

”**پہلی آیت:**۔قرآن مجید میں اللہ تعالی فرماتے ہیں:۔

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل أفإن مات او قتل انقلبتم على أعقابكم ۔ (اٰل عمران: ۱۴۵)

ترجمہ:۔اور نہیں محمد مگر رسول، یقیناً فوت ہو گئے آپ سے پہلے تمام رسول کیا پس اگر وہ مر گئے یا قتل ہو گئے تو تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے؟

استدلال:۔ یہ آیت صاف طور یہ بتاتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گذرے ہوئے سب نبی فوت ہو چکے ہیں اور ظاہر ہے کہ مسیح ناصریؑ بھی ایک رسول تھے جو چھ سو سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مبعوث کئے گئے تھے ۔پس لامحالہ ماننا پڑتا ہے کہ وہ بھی اس آیت کی رو سے فوت ہو چکے ہیں“۔

(صفحہ/ ۳)

الجواب:

اولاً: یہ آیت جنگ احد کے موقع پر نازل ہوئی ہے اس کا دور دور تک وفات ابن مریم سے کسی قسم کا تعلق نہیں۔اور جو استدلال مصنف نے کیا ہے وہ بھی ان کے خام خیالی ہے جو یقینا باطل اور مردود ہے۔ یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی دنیا کے پہلے مفسر خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے کیا انہوں نے اس آیت کا یہی مطلب بیان کیا ہے؟ ہر گز نہیں یا پھر صحابہ کرام نے کیا اس آیت سے یہی مطلب لیا ہے جو مصنف لے رہے ہیں؟ غرض مرزا سے پہلے دنیا کے کسی مستند مفسر کا حوالہ دو جس نے اس آیت سے یہی استدلال کیا ہو اور اگر پیش نہیں کر سکتے اور یقینا نہیں کر سکتے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس آیت سے جو استدلال مرزا یا اس کے چیلوں نے کیا ہے وہ مرزا کے اپنے ایجاد کردہ اور غلط ذہنیت کا نتیجہ ہے جس کا ہمارے ہاں کوئی قدر نہیں۔ایسے استدلال کو بقول اقبال ع

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں

ثانیاً: قد خلت سے فوت ہونا ہر گز مراد نہیں جو مرزا اور اس کے اندھے مقلدین کا گمان ہیں بلکہ اس کا وہی معنی مراد ہے جو قرآن کے دیگر مقامات پر اس سے مراد لیا گیا ہے جیسے ارشاد خداوندی ہیں:

(۱) ''سنت اللہ فی الذین خلوا من قبل'' (سورۃ احزاب /۶۲)

(۲) ''واذا خلوا الی شیاطینھم'' (البقرہ /۱۴)

(۳) ''بما اسلفتم فی الایام الخالیۃ'' (الحاقہ /۲۴)

(۴) ''تلک امت قد خلت'' (البقرہ /۱۴۱)

(۵) ''ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل'' (مائدہ/۷۵)

(۶) ''کذلک ارسلنک فی امة قد خلت من قبلھا امم لتتلوا علیھم الذین اوحینا الیک وھم یکفرون بالرحمن'' (الرعد/۳۰)

(۷)''فھل ینتظرون الا مثل ایام الذین خلو من قبلھم ''(یونس/۱۰۲)

(۸) ''ویستعجلونک بالسیئة قبل الحسنة وقد خلت من قبلھم المثلٰت'' (الرعد/۶)

(۹) ''ولقد انزلنا الیکم اٰیت مبینت و مثلا من الذین خلوا من قبلکم وموعظة للمتقین'' (النور/۳۴)

(۱۰) '' والذی قال لوالدیه اف لکما اتعدننی ان اخرج وقد خلت القرون من قبلی '' (الاحقاف/۱۷)

تلک عشرۃ کاملہ

ان آیات مذکورہ کا جو ترجمہ کیا جاتا ہے وہی ترجمہ آیت مستدلہ میں بھی ہے۔

''ومامحمد الا رسول قد خلت میں قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ''

نہیں ہے محمد مگر رسول تحقیق گزر گئے اس سے پہلے بھی رسول، کیا پس اگر وہ انتقال کر گئے یا شہید ہو جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔

تفسیر تنویر المقباس کے اندر ''قد خلت'' اور ''قبلہ'' کی ضمیر کا مرجع یوں بیان کرتے ہیں:

''وما محمد الارسول قد خلت من قبله ای قدمضت من قبل محمد ''

مرزائی بتائیں مذکورہ بالا جو دس آیات پیش ہوئے ان میں لفظ خلت موجود ہیں ان سب کا ترجمہ وہی کیا جائے گا جو زیر بحث آیت میں کیا گیا ہے؟

ثالثاً: بالفرض اگر تسلیم کیا جائے کہ خلت سے وفات مراد ہے تب بھی وفات ابن مریم علیہ السلام ثابت نہیں ہوگا ، بایں طور کہ الرسل پر الف لام استغراق کا نہیں بلکہ جنس کا ہے۔اور الرسل عام ہے، ہمارے احناف کے نزدیک اصول ہے کہ عام اپنے معنی کو قطعی طور پر شامل ہوتا ہے اور اپنے معنی کو ظاہر کرتا ہے عام کے عمومیت میں تخصیص جائز نہیں مگر جب قرینہ یا دلیل موجود ہوتو عام میں تخصیص کر سکتے ہیں۔پس الرسل میں تمام رسول آ گئے لیکن اس سے وہ رسول مستثنیٰ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمان پر اٹھایا، اس کا دلیل یہ ہے کہ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ آسمان پر اٹھانے کا ذکر کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے دوبارہ نزول کا ذکر فرمایا ہے جو صحیح اور متواتر ہے۔اگر الرسل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی شامل کیا جائے تو معاذ اللہ، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام خلاف واقع ہوگا جو کہ محال ہے۔پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے مستثنیٰ ہے۔

لفظ ”خلت“ کی تحقیق:

خلت مشتق ہے ”خلوٗ“ سے اور موضوع ہے مکان کی صفت کے لئے مراد اس سے (جگہ خالی کرنا) ہے۔چنانچہ لسان العرب میں ہے:

”خلا : خلا المکان والشئی یخلوا خلوا وخلآء ،ذاخلی اذالم یکن فیہ احد ولا شی فیہ وھو خال“

اسی طرح قاموس اور صراح میں بھی ہے۔علاوہ ازیں قرآن شریف میں بھی نقل و مکانی

کے لئے آیا ہے جیسے:

''واذا خلو الی شیاطینھم'' (البقرہ/۱۴)

جس وقت یہ منافق اپنے بڑے شیطانوں یعنی رئیسوں کے پاس جاتے ہیں۔

اسی طرح ارشاد باری تعالی ہے:

''واذا خلوا عضوا علیکم الانامل من الغیظ'' (آل عمران /۱۱۹)

منافق لوگ جب تم سے الگ ہوتے ہیں تو تم پر غیظ وغضب کے مارے اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں۔اسی طرح:

''فخلوا سبیلھم'' (التوبہ /۵)

یعنی مشرک لوگ جب ایمان لے آئیں اور احکام اسلام کے پاپند ہو جائیں تو ان کا راستہ خالی کردو یعنی ان سے تعرض نہ کرو۔ان سب آیات میں ایک جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ جانا مراد ہے جسے انتقال مکانی کہتے ہیں۔

دوسرے معنی لفظ ''خلوٗ'' جو زمانے کے مطابق ہوتے ہیں ''گزرنا'' ہیں۔ جیسے آیت کریمہ:

''بما اسلفتم فی الایام الخالیۃ'' (الحاقہ/۲۴)

یعنی جو کچھ تم نے ایام گزشتہ میں کیا اس کے عوض جنت کی نعمتوں میں رہو۔ ہر ذی علم سمجھ سکتا ہے کہ گزرنا زمانے کی صفت بالذات ہوا کرتی ہے اور جن چیزوں پر زمانہ گزرتا ہے یہ معنی یعنی (گزرنا) بعلاقیہ ظرفیت ومظروفیت ان چیزوں کی صفت بھی ہوسکتا ہے، مگر بالذات نہیں بلکہ بالعرض۔ بہرتقدیر آیت زیر بحث کے معنی یہ ہوں گے کہ ''جگہ خالی کر گئے اور گزر چکے بیشتر اس کے کئی رسول'' یہ معنی زندوں اور مردوں ہر دو پر صادق آسکتے ہیں کیونکہ جگہ خالی کرنے

اور گزرنے کی کیفیت صرف موت ہی میں منحصر نہیں بلکہ یہ لفظ خلو مردوں کے حق میں انتقال بالموت اور زندوں کے حق میں جگہ تبدیل کرنے کے معنی میں ہوگا۔

اگر خلو کے معنی مرنا اور معدوم ہونا مراد لئے جائے تو پھر ارشاد باری تعالیٰ '' سنة الله التی قد خلت من قبل '' (رسم پڑی ہوئی اللہ کی، جو چلی آتی ہے پہلے لوگوں سے) اور '' ولن تجد لسنة الله تبديلا '' (الفتح/۲۳) (اور تو ہرگز نہ دیکھے گا اللہ کی رسم کو بدلتے) میں تناقض واقع ہوجائے گا۔ کیونکہ بہ موجب مذہب مرزا قادیانی پہلی آیت کا مفاد یہ ہوا کہ سنت اللہ معدوم ہوچکی ہے اور دوسری آیت کا یہ کہ سنت الٰہی میں تبدیلی بھی نہیں ہوسکتی (چہ جائے کہ معدوم ہوجائے) یعنی اسے ہمیشہ کے لئے اپنے حال پر بقا حاصل ہے۔ پس خلت سے موت اور عدم مراد لینا بالکل باطل ہے۔

(ماخوذ: شہادۃ القرآن بحوالہ حاشیہ حیات ابن مریم ترجمہ عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ صفحہ: 393، 394)

جواب بطرز مرزائی اصول:

اب ہم اس زیر بحث آیت کو مرزا کے اصول کے مطابق حل کریں گے۔ مرزا قادیانی کے ہاں قرآن پاک کی تفسیر کا معیار یہ ہے کہ پہلے تفسیر القرآن بالقرآن پھر تفسیر القرآن بالحدیث پھر تفسیر القرآن باقوال الصحابہ (برکات الدعا بحوالہ تریاق اکبر بزبان صفدر)

لہذا اس اصول کے تحت ہم زیر بحث آیت کی تفسیر خود قرآن مجید سے ماقبل پیش کرچکے ہیں۔ اور یہاں تک اگر زیر بحث آیت کا ترجمہ وہی کیا جائے جو مرزا نے کیا ہے تو کلام اللہ میں تعارض اور ترجمہ میں خرابی آئے گی اس لئے جو تفسیر و ترجمہ ہم نے پیش کیا ہے اور اس کی مثالیں

قرآن سے پیش کر کے مرزائی اصول کے پیش نظر ہم کہتے ہیں جو ترجمہ مرزا اور اس کے مقلدین نے کیا ہیں وہ سراسر غلط ہے۔

یاد رہیں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جو بوقت وفات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کی تلاوت کی تھی اس کا وفات ابن مریمؑ سے کچھ تعلق نہیں، اس کا بحث عنقریب اگلے صفحات پر آئے گا ان شاء اللہ۔

شیطان کا بھائی:

مرزا لکھتا ہے کہ:

''مؤمن کا کام نہیں کہ تفسیر بالرائے کریں، من فسر القرآن برائیه فهو لیس بمؤمن بل هو اخ الشیطان'' (امام الحجہ صفحہ/ ۴)

یعنی جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی وہ مؤمن نہیں ہے بلکہ وہ شیطان کا بھائی ہے۔ پہلے تو خود مرزا اپنے اس قول کے بموجب تفسیر بالرائے کر کے شیطان کا بھائی ثابت ہوا۔ کیونکہ اس آیت کا مطلب جو مرزا نے بیان کیا ہے یا جو استدلال کیا ہے وہ کسی مستند مفسر نے بیان نہیں کیا۔ اور اس کے بعد مصنف رسالہ اور مرزا کے مقلدین مرزا کے اس قول کے رو سے شیطان کا بھائی ثابت ہوئے، جو دراصل پہلے سے تھے۔ ع

گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

خود مرزا کا ترجمہ:

''قد خلت من قبله الرسل'' کا ترجمہ خود مرزا نے عیسائیوں سے مناظرہ

کرتے وقت کیا کیا ملاحظہ فرمائیں:

''اس سے پہلے بھی رسول آتے رہے''(جنگ مقدس بحوالہ تریاق اکبر)

لیجئے کم ازکم اپنے نبی کی بات تو تسلیم کر۔ ؎

اپنے مشن میں ڈوب کر پاجا چراغ زندگی
تو اپنا نہیں بنتا نہ بن ، ملت کا تو بن

اپنے پاؤں پر آپ کہلاڑی مارنا:

کہا جاتا ہے کہ حق زبان پر آہی جاتی ہے کسی بھی حالت میں، یہی کچھ حال مجہول مصنف کا ہے، چنانچہ انہوں نے اپنے اسی رسالہ میں آگے جا کر اپنے دعوی پر قرآن کریم کی ایک آیت پیش کی ہے، جس کا جواب اپنے مقام پر آئے گا، آیت کا ترجمہ کیا کیا ہے آیت مع ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

(۵) ''وما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبله الرسل وامه صدیقة کانا یأکلان الطعام'' (مائدہ/۷۶)

اور نہیں مسیح ابن مریم مگر رسول، تحقیق گزر چکے پہلے اس سے کئی رسول، اس کی ماں ایک پاک اور سچی عورت تھی وہ دونوں ماں بیٹا کھانا کھایا کرتے تھے۔

(صفحہ/۱۳)

لیجئے یہاں اس مجہول نے ''قد خلت'' کا کیا ترجمہ کیا ''تحقیق گزر چکے'' یہی تو ہم بھی کہتے ہیں کہ آیت کا ترجمہ یہی ہے جو آخر انہوں نے کر ہی لیا۔ سچ ہے

دروغ گو را حافظہ نباشد

اس سے معلوم ہوا کہ قادیانی ترجمہ میں تحریف معنوی کرتے ہیں جہاں ان کا اپنا مطلب نکالنا ہو بغیر خوف آیت میں معنوی تحریف کر کے اپنے مقصد کی بات نکالتے ہیں، ورنہ ہم شروع ہی سے کہہ رہے ہیں پورے قرآن میں کہی بھی ابن مریم علیہ السلام کی وفات کا ذکر نہیں ہے صراحتاً تو کجا اشارۃً بھی نہیں ملتا۔اور نہ کسی مفسر نے کسی آیت کے ضمن میں اس طرف اشارہ کیا ہو۔

چیلنج :

تمام ذریت مرزائیت کو عام چیلنج ہے کہ اس آیت کا مطلب ومفہوم اور اس سے استدلال جو تم نے کیا ہے قرون اولی سے لیکر تیرہویں صدی ہجری تک کسی ایک مفسر نے اگر اس کا یہی مطلب ومعنی یا استدلال اشارۃ، کنایۃ، صراحۃ کیا ہو یا پھر کسی مفسر نے اشارۃ کہا ہو تو پیش کریں۔ یا پھر جن مجددین کو تم مانتے ہو جو ''عسل مصفی'' نامی کتاب میں درج ہیں جس کی تصدیق مرزا نے خود کیا ہے جس میں پہلی صدی کے مجدد (حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ) سے لے کر تیرہویں صدی کے مجدد (سید احمد شہیدؒ، شاہ اسماعیلؒ، شاہ عبدالعزیزؒ) تک تمام مجددین کا ذکر ہیں ان میں سے کسی ایک سے دکھائیں۔ اگر نہیں دکھا سکتے اور یقیناً نہیں دکھا سکتے تو جو تفسیر تم نے کی ہیں وہ تفسیر بالرائے ہے جو بقول مرزا شیطانیت ہے اور تحریف معنوی ہے جس کی اہمیت ہمارے نزدیک کچھ بھی نہیں۔ **ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین**

لکھتے ہیں کہ:

''**سوال:**۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ لفظ قد خلت کا ترجمہ ہے گزر گئے نہ کہ فوت ہو گئے۔ تو اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ لغت عربی کی مستند کتاب تاج العروس میں

لکھا ہے کہ خلا فلان : إذا مات یعنی فلاں شخص گذر گیا کا معنی ہے وہ فوت ہو گیا۔

(دوسرا) مرزا صاحب سے پہلے مسلمان بزرگوں نے بھی اس کے معنے وفات دینے ہی کے کئے ہیں۔ چنانچہ مشہور عالم دین حافظ محمد صاحب لکھو کے والے اپنی تفسیر محمدی میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں :۔

یعنی جویں پیغمبر گذرے زندہ رہیا نہ کوئی

تیویں محمد رہے نہ دائم موت بند سے سر ہوئی

(تیسرا) اس آیت میں خود اللہ تعالی نے خلا کے معنوں کی تعیین کر دی ہے جیسا کہ فرمایا:۔ افان مات اُوقتل''۔

یعنی اگر محمد رسول اللہ صلی للہ علیہ وسلم طبعی موت سے مر جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو گویا اس جگہ لفظ خلت کے معنی لازمی طور پر ان دوصورتوں میں سے ایک ہونے چاہئیں۔ یعنی یا تو یہ کہ وہ طبعی موت سے مر گئے اور یا وہ قتل ہوئے الفاظ **افان مات أوقتل** صاف بتلا رہے ہیں کہ گذشتہ انبیاء کا گذر جانا دوصورتوں میں ہوا یا قتل سے یا طبعی موت سے۔ اب جبکہ حضرت مسیح کے بارے میں خدا تعالی نے دوسری جگہ ''وماقتلوہ'' فرما کر فیصلہ کر دیا کہ وہ قتل نہیں ہوئے لہذا ایک ہی صورت رہ گئی کہ وہ طبعی موت سے مر گئے ''۔

(صفحہ/ ۳، ۴)

الجواب:

اولاً: اگر تاج العروس میں خلا کا مطلب اذا مات لکھا ہے تب بھی ہمارے لئے مضر اور مجہول مصنف کے لئے مفید نہیں۔ اس لئے ہم اس کی تحقیق پیش کر چکے ہیں کہ خلت کا معنی گزر

گئے یہ زندہ اور مردہ دونوں کو شامل ہیں۔اور ہم نے ثابت کیا کہ اگر بالفرض وفات بھی مراد لیا جائے تب بھی مرزائی دعوی ثابت نہیں ہوسکتا اس لئے الرسل عام ہے اور عام کے عمومیت میں تخصیص جائز نہیں الاّ جب دلیل یا قرینہ موجود ہو۔ **کما مرہ البحث ماقبل**

ثانیاً: یہ کہنا کہ ''مرزا سے پہلے مسلمان بزرگوں نے بھی اس کے معنی وفات دینے ہی کے کئے ہیں'' کذب اور دجل پر مبنی ایک جھوٹا قضیہ ہے، ہم نے چیلنج کر دیا ہیں کہ اول صدی سے تیرہویں صدی تک کسی ایک مستند مفسر کا نام بتاؤ جنہوں نے یہی مطلب پیش کیا ہو۔ یہ جس مسلمان کی تفسیر پیش کیا ہے وہ کون ہے مستند ہے یا غیر مستند کچھ پتہ نہیں اور پھر انہوں نے ایک شعر پیش کیا ہے۔اس سے بھی ہرگز وفات ابن مریمؑ ثابت نہیں ہوسکتی، اس لئے اس میں بھی ہے کہ جتنے پیغمبر گزرے ہیں ان میں کوئی نہ رہا، اس شعر میں بھی عمومیت ہے سب کو شامل ہے لیکن ہم نے ثابت کیا ہے کہ اس سے حضرت عیسیٰؑ مستثنیٰ ہے۔

ثالثاً: تیسرا جو جواب پیش کیا ہے وہ انتہائی لغو ہے اس لئے کہ ''افان مات اوقتل'' میں ہمزہ اسفتہام انکاری ہے۔اور چونکہ جنگ احد کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہا گیا کہ آپ شہید ہوگئے ہیں اور صحابہ پیچھے ہٹنے لگے اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل کی کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم انتقال کریں یا شہید ہوجائیں تو تم کیا الٹے پاؤں پھر جاؤ گے یہاں صرف تنبیہ کرنا مراد ہے اس کا تعلق گزشتہ انبیاء کے ساتھ نہیں ہے۔

اور ہم ماقبل عرض کرچکے ہیں کہ اگر گزشتہ انبیاء بقول مرزائی مراد لئے جائے تب بھی ہمیں مضر اور ان کو مفید نہیں بطریق تخصیص عمومیت بدلیل قرینہ۔

اگر اس کا یہی مطلب ہے تو ہمیں اس آیت کا مطلب سمجھائے:

''ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل

وامه صدیقة کانا یاکلان الطعام ‘‘

مرزائی بتلائے کہ کیا’’ وامه صدیقة کانا یاکلان الطعام ‘‘ ماقبل عبارت کی تعیین کررہا ہے یا نہیں اگر کررہا ہے تو بقول آپ کے سب رسول وفات پا چکے ہیں اوران سب کی مائیں پاک اور سچی عورت تھیں اوران سب کے ماں بیٹا کھانا کھایا کرتے تھے۔ حالانکہ اس صورت میں ترجمہ صحیح نہیں بلکہ غلط ہوگا کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے بغیر ماں باپ کے پیدا فرمایا۔

اوراگر تعیین نہیں ہے تو کیا وجہ؟ ممکن ہے تم کہے کہ واؤ عاطفہ یا حالیہ کی وجہ سے تو عرض ہے کہ زیر بحث آیت کا بھی وہی مطلب ہے ہمزہ استفہام انکاری ہے ماقبل کی تعیین نہیں کررہا۔

دجل وفریب کی انتہاء:

مرزائیوں کے دجل وفریب کا ایک مثال اسی مجہول مصنف کی کتاب میں ملاحظہ فرمائیں ۔مصنف نے اپنے دعوی پر جو پہلی دلیل پیش کیا ہے وہ آیت مع ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

’’وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ‘‘(آل عمران :۱۴۵)

ترجمہ: اور نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مگر رسول، یقیناً فوت ہوگئے آپ سے پہلے تمام رسول کیا پس اگر وہ مرگئے یا قتل ہوگئے تو تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے؟

اب اس کے بعد اپنے مدعی پر آٹھویں دلیل پیش کی ہے وہ آیت مع ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

’’وما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبله

الرسل وامه صدیقة کانا یاکلان الطعام ‘‘(المائدہ: ۷۶)

ترجمہ: اورنہیں مسیح بن مریم مگر رسول، تحقیق گزر چکے پہلے اس سے کئی رسول، اس کی ماں ایک پاک اور سچی عورت تھی۔وہ دونوں ماں بیٹا کھانا کھایا کرتے تھے۔

قارئین کرام! خط کشیدہ عربی عبارت مع ترجمہ ملاحظہ کریں کس قدر جھوٹ اور دجل و فریب کا مظاہرہ کیا جارہا ہے اور اپنے غلط عقیدے کو ثابت کرنے کے لئے آیات میں کس طرح تحریف کیا جارہا ہے۔مرزائی بشمول مجہول مصنف شرم کریں اگر شرم نام کی کوئی چیز باقی ہیں ورنہ بے شرم کو شرم کہا سے آتی ہے۔ع

بے حیاء باش و ہر چہ خواہی کن

لعنة الله علی مرزا غلام احمد الکادیانی الذی حرف کلام الله تعالی و رسوله المحمد فداہ ابی و امی الذی شرفه الله بخاتم النبیین وهو آخر النبی وبعده لا الی یوم الجزاء وقال انا خاتم النبیین لانبی بعدی لاشک فیه وهو اول النبی وآخر من شک فیه فهو کافر ومن الدعی بعده النبی فهو دجال کذاب کما قال علیه السلام صلی الله علیه وعلی آله و اصحابه اجمعین

وفات مسیحؑ پر صحابہؓ کا اجماع یا مرزائی دجل:

لکھتے ہیں کہ:

’’**وفات مسیحؑ پر صحابہؓ کا اجماع:**

(چوتھا) اس آیت کے معنے اور بھی زیادہ واضح ہوجاتے ہیں جب ہم اس کو ایک

مشہور تاریخی واقعہ کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔ بخاری شریف میں لکھا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت عمر ابھی تک آپ کو زندہ ہی سمجھ رہے تھے اور کہتے تھے آپ پھر واپس آجائیں گے اور کفار اور منافقین کا قلع قمع کریں گے وہ اپنے اس خیال پر اس قدر جمے ہوئے تھے کہ انہوں نے تلوار کھینچ کر اعلان کرنا شروع کیا۔ کہ جو کوئی بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فوت شدہ کہے گا میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ اس وقت حضرت ابو بکر صدیق کھڑے ہو گئے اور صحابہ کے سامنے یہی آیت پڑھی کہ

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل۔

یعنی محمد تو صرف ایک رسول تھے ان سے پہلے جو رسول گذرے ہیں وہ سب فوت ہو چکے ہیں۔ الخ۔ لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ پر اس بات کے سننے سے اس قدر غم طاری ہوا کہ وہ زمین پر گر گئے۔ کیونکہ انہوں نے اس وقت محسوس کر لیا کہ یہ وفورِ عشق کا کرشمہ تھا کہ وہ رسول اس کو زندہ سمجھ رہے تھے ورنہ انکے پیارے آقا بھی اللہ کے صرف ایک رسول تھے جنہوں نے گزشتہ انبیاء کی طرح موت کے دروازے سے گزرنا تھا۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر کوئی گذشتہ نبی اس وقت تک زندہ ہوتا تو حضرت ابو بکر کے اس استدلال پر کہ چونکہ پہلے سب نبی فوت ہو چکے ہیں۔ طبعاً سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی فوت ہونا چاہیے صحابہ کرامؓ ضرور اعتراض کرتے اور خصوصاً حضرت عمر اور انکے ہم خیال لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابھی تک زندہ تصور کر رہے تھے وہ ضرور چلا اٹھتے کہ یہ کیا بات کہہ رہے ہو؟ کیا مسیح ناصری زندہ نہیں؟ لہذا ہمارا نبی بھی زندہ ہونا چاہیے مگر سب صحابہ خاموش ہو گئے گو یا صحابہ کا

سب سے پہلا اجماع اس بات پر ہوا کہ گذشتہ انبیاء تمام کے تمام فوت ہو چکے ہیں غور کا مقام ہے کہ مسیح ناصری کی وفات پر یہ کیسی صاف اور واضح دلیل ہے''۔

(صفحہ/ ۴۔۵)

الجواب:

مرزائیوں نے تو تحریف کی حد کردی مسلسل دجل اور تحریف کے بعد یہاں بھی اس کا مظاہرہ کیا ہے۔ چنانچہ مجہول مصنف نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اس آیت سے پہلے کئے ہوئے تلاوت پیش نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پہلے ''انک میت وانھم میتون'' کی تلاوت فرمائی بعدازاں ''وما محمد الا رسول۔۔۔الخ''

اب ہر ذی علم شخص سمجھ سکتا ہے کہ وہاں موجود جن لوگوں کو آپ ﷺ کی وفات کا یقین نہیں ہو رہا تھا جن میں سرفہرست حضرت عمرؓ تھے، حضرت ابوبکرؓ کا یہ آیت صرف ان کو یقین دلانے کے لئے پڑھنا تھا کہ آنحضرت ﷺ واقعتاً وفات پا چکے ہیں جیسے اللہ نے قرآن مجید میں فرمایا ''انک میت انھم میتون'' اور آگے ''وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل ۔۔۔الخ'' تلاوت کر کے اس وہم کو بھی دور کر دیا کہ جو جنگ احد اور اسی طرح وفات نبی ﷺ کے موقع پر لوگوں کو ہوا تھا کہ نبوت اور موت میں منافات ہے اس لئے آپ ﷺ کو وفات نہیں پانا چاہیے تو حضرت ابوبکرؓ مؤخر الذکر آیت تلاوت کر کے ان کے وہم کو بھی دور کر دیا کہ حضور ﷺ پر موت کا طوری ہونا منصب رسالت کے خلاف نہیں۔

ثانیاً: حضرت ابوبکرؓ کا مقصد اور ذہن اس طرف تھا کہ آپ ﷺ واقعی وفات پا چکے ہیں اور لوگوں کو اس کا یقین دلانا تھا نہ یہ کہ آپ ﷺ سے پہلے رسول گزرے ہیں اور ان کی

وفات کیسی ہوئی اور کیا حضرت مسیح ابن مریمؑ حیات ہے یا وہ بھی وفات پا چکے ہیں، جیسے آپؓ بالترتیب آیات مذکورہ کا تلاوت کرنا اس بات پر دال ہے۔

ثالثا: رہی یہ بات کہ حضرت عمرؓ و دیگر صحابہؓ نے سوال کیوں نہیں کیا کہ حضرت مسیح ابن مریمؑ زندہ ہے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی زندہ ہونا چاہیے۔ یہ مرزائیوں کا کم عقلی اور بے وقوفی ہے، اس لئے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پیش کردہ آیت سے وہ مراد اور استدلال نہیں تھا جو مرازئیوں کا ہیں، پھر کیسے صحابہ سوال کرتے؟ اور چونکہ حیات ابن مریمؑ ایک متفق علیہ مسئلہ ہے صحابہ کرامؓ کا سب کا یہی عقیدہ تھا کہ حضرت مسیح زندہ ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما چکے تھے، پھر وہ کیسے سوال کرتے۔

رابعا: اگر صحابہ کرامؓ سوال کرتے تو کل کوئی کہہ سکتا تھا کہ صحابہ اللہ کے فیصلے پر راضی نہ تھے اور یہ آیت ''رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ'' کے خلاف ہوتا اس لئے صحابہ کرامؓ تو ہر چیز میں اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے اتباع کرتے تھے اور اس مخلوق میں صحابہ کرام سے بڑھ کر کوئی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تابعداری کرنے والا نہیں۔ اگر صحابہ سوال کرتے تو مفسدین کہہ دیتے کہ اللہ نے ابن مریم کو زندہ اٹھایا اور حیات دی اور اللہ ہی نے اپنے حبیب کو وفات دی تو صحابہ اس پر راضی نہیں تھے حالانکہ یہ فیصلہ اللہ کی طرف سے تھا۔ گویا یہ قضاء بر خدا تعالی سوال تھا۔ حالانکہ صحابہ کرام اس سے محفوظ تھے کہ اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کا انکار کریں۔

دوسری دلیل اور اس کا بطلان:

لکھتے ہیں کہ:

’’ آجکل دنیا کا ایک بڑا حصہ مسیحؑ کو خدا مانتا ہے اس لئے اس حیثیت میں بھی قرآن مجید ان کی وفات کا ذکر کرتا ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے:۔

والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا وھم یخلقون أموات غیر احیاء ومایشعرون أیان یبعثون

ترجمہ:۔ اور جن معبودوں کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے۔ بلکہ وہ خود پیدا کئے گئے ہیں وہ مردے ہیں نہ کہ زندہ اور وہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔

استدلال:۔ دنیا میں جن لوگوں کی عبادت کی گئی اور ان کو خدا کا شریک بنایا گیا ان میں حضرت مسیحؑ کا نمبر پہلے درجہ پر ہے۔

لہذا اس آیت کی رو سے جہاں سب بزرگ جن کو خدائی کا درجہ دیا گیا وفات یافتہ ثابت ہوتے ہیں وہاں حضرت مسیحؑ پہلے نمبر پر وفات یافتہ ثابت ہوتے ہیں۔ کیونکہ جتنی پوجا ان کی گئی اتنی پوجا خدا کے مقابل پر کسی دوسرے انسان کی نہیں کی گئی۔ لہذا وہ اموات غیر احیاء میں پہلے نمبر پر داخل ہیں یعنی وہ مردہ ہیں نہ کہ زندہ اور وہ نہیں جانتے کہ ان کا بعث کب ہوگا؟‘‘۔

(صفحہ/ ۵،٦)

الجواب:

قبل اس سے کہ ہم مفسرین کے اقوال پیش کریں پہلے خود آیت کے ترجمہ کو دیکھتے ہیں کیونکہ ترجمہ میں مرزائی استدلال کا رد موجود ہے۔

کفار مکہ جو بتوں کے پوجا کرتے تھے ان کے بارے میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ وہ

جو اللہ کے علاوہ دوسروں کی عبادت کرتے ہیں یعنی بتوں کی وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے حالانکہ وہ تو خود پیدا کئے گئے ہیں۔آگے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ ''**اموات غیر احیاء**''یعنی وہ مردے ہیں، زندہ نہیں، اب کون مردے ہیں زندہ نہیں جملہ اسمیہ کے ساتھ فرمایا اور جملہ اسمیہ میں دوام ہے اگر مرزائیوں کے بقول اس میں حضرت عیسیٰؑ کو بھی شامل کیا جائے تو کیا مطلب حضرت عیسیٰؑ معاذ اللہ ہمیشہ مردہ رہا اور کبھی زندہ ہی نہیں ہوا حالانکہ خود مرزائی بھی تسلیم کرتے ہیں حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوتا ہے۔اور اس سے ماقبل فرمایا کہ ''**وھم یخلقون**'' جملہ اسمیہ ہے دوام پایا جاتا ہے اس میں یعنی وہ خود پیدا کئے گئے ہیں، اب کیا مطلب حضرت عیسیٰؑ پیدا کئے جائیں گے اور پیدا ہوتے رہیں گے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔پس ثابت ہوا کہ یہ آیت مشرکین مکہ کے متعلق نازل ہوئی جو بتوں کی پوجا کرتے تھے۔

ثانیا: اگر اس آیت کے رو سے تمام معبودان باطلہ کو مراد لیا جائے جیسا کہ مرزائی خیال ہے تو ہمیں بتلائے کہ کفار مکہ جو فرشتوں کو اللہ تعالی کی بیٹیاں قرار دیتے تھے، کیا وہ بھی اس میں داخل ہے اگر داخل ہے تو وہ تو اس وقت بھی زندہ تھے اور اب بھی زندہ ہے، اور اگر نہیں داخل تو آپ کا کلیۃً کا دعوی ٹوٹ گیا۔

الحاصل حضرت عیسیٰؑ اس آیت میں اس لحاظ سے داخل ہے کہ بعد نزول آپ پر بھی آخر موت طاری ہوگی، جیسا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے

تفسیری حوالہ جات:

اب ملاحظہ فرمائیں مفسرین کرام کے چند تفسیر جس سے یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ یہ آیت بتوں کے متعلق نازل ہوئی۔

علامہ محی السنہ علی بن محمد بن ابراہیم الخازنؒ اس آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں:

’’ثم وصف الله هذه الاصنام بصفات فقال تعالى (والذين تدعون من دون الله) يعنى الاصنام التى تدعونها آلهة من دون الله (لايخلقون شيئاً وهم يخلقون اموات) اى جمادات ميتة لاحياة فيها (غير احياء) يعنى كغيرها والمعنى لو كانت هذه الاصنام آلهة كما تزعمون لكانت احياء غير جائز عليها الموت لان الاله الذين يستحق ان يعبد هو حى الذى لايموت وهذه اموات غير احياءفلاتستحق العبادة فمن عبدها فقد وضع العبادة فى غير موضعها وقوله (وما يشعرون) يعنى هذه الاصنام (أيان يبعثون)يعنى متى يبعثون‘‘

(تفسیر خازن)

ترجمہ: پھر اللہ نے ان بتوں کا وصف بیان کیا صفات کے ساتھ پس اللہ تعالی نے فرمایا کہ اور جن بتوں کی وہ عبادت کرتے ہیں اللہ کے سوا یعنی وہ بت جن کو انہوں نے معبود بنایا ہے اللہ کے سوا وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود پیدا کئے گئے ہیں وہ مردے ہیں یعنی مردے جمادات میں سے ہیں اس میں زندگی نہیں ہے، زندہ نہیں ہے یعنی مردے کے علاوہ وہ زندہ بھی نہیں ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اگر یہ بت معبود ہو جیسا کہ تمہارا گمان ہیں پھر وہ زندہ ہوتے، مناسب نہیں کہ اس پر موت آجائے اس لئے کہ معبود وہ ہے جو عبادت کا مستحق ہو اور وہ زندہ ہو اس کو موت نہ آتی ہو اور یہ تو مردے ہیں زندہ نہیں پس یہ عبادت کے مستحق بھی نہیں ہے

پس جس نے اس کی عبادت کی پس اس نے عبادت کو وضع کیا اس کے غیر موضع میں۔ اور اللہ نے فرمایا اور وہ شعور نہیں رکھتے یعنی یہ بت کہ کب اٹھائیں جائیں گے۔

محمد بن یعقوب الفیروزآبادی شافعیؒ ''اموات'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

''اصنام اموات'' (تفسیر تنویر المقباس)

علامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں:

''(والذين يدعون)بالتاء والياء تعبدون (من دون الله)وهو الاصنام (لا يخلقون شيئا وهم يخلقون)يصورون من الحجارة وغيرها (اموات) لا روح فيهم خبر ثان (غير احياء)تاكيد (وما يشعرون)اى الاصنام (ايان) وقت (يبعثون)اى الخلق فكيف يعبدون اذ لايكون الها الا الخالق الحى العالم بالغيب''

(تفسیر جلالین)

خط کشیدہ الفاظ پر غور فرمائیں مفسرؒ نے بتلادیا ان سے مراد ''الاصنام'' یعنی بت ہیں۔

لکھتے ہیں کہ:

'' **سوال:۔** بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اس آیت سے بت مراد ہیں۔ اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ ان معبودوں کے متعلق یہ مذکور ہے **ومایشعرون ایان یبعثون** یعنی وہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

اب ظاہر ہے کہ بعث یعنی اٹھایا جانا پتھر کے بتوں کا نہیں ہوا کرتا بلکہ انسانوں کی موت کے بعد بعث ہوگا۔ لہذا اس آیت میں انسانوں کا ذکر ہے۔ (دوسرا) یہاں

''الذین'' کا لفظ استعمال ہوا ہے جو عربی قواعد کی رو سے ذوی العقول یعنی عقل رکھنے والے جانداروں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لہذا یہاں پتھر مراد نہیں ہوسکتے''۔

(صفحہ/۶)

الجواب:

ہم ماقبل مفسرین کے اقوال سے ثابت کر چکے ہیں کہ اس آیت سے بت مراد ہیں۔ علاوہ ازیں چونکہ مشرکین مکہ بتوں کی پوجا کرتے تھے تو اس کا مطلب یہ بت ان کا معبود ہے اور ظاہر ہے معبود وہ ہوگا جو ہمیشہ زندہ ہو اور نہ اس کو موت آتی ہو اور وہ عالم الغیب ہو ہر چیز کا جاننے والا ہو۔ تو اللہ تعالی نے انہیں کے لئے فرمایا کہ جن بتوں کی پوجا تم کرتے ہو وہ تو یہ بھی نہیں جانتے کہ کب اٹھائیں جائیں گے، اللہ تعالی انہیں کی رو سے مقتضی الحال کے مطابق جواب دیا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کفار پوجا بتوں کی کررہے ہیں اور اللہ تعالی رد اس چیز کا کریں جو وہ نہیں کررہے، یہ تو مقتضی الحال کے خلاف ہے۔

اور یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی اب مرزائی بتائیں اگر اس میں بتوں کا رد نہیں تو پھر کس کا رد ہے؟ اگر انسانوں کا رد ہے تو کفار مکہ تو بتوں کی پوجا کرتے تھے نہ کسی بزرگ یا نبی کی۔ پھر اللہ تعالی کا کلام کیا مقتضی الحال کے خلاف ہوا؟ حالانکہ قرآن فصیح بلیغ کے اعلی مراتب پر ہیں۔

بالفرض اگر ہم مرزائی قول تسلیم کریں پھر سوال یہ ہے کہ کیا حضرت عیسیٰؑ کا یقین آخرت پر نہیں تھا، اور کیا ان کا عقیدہ بعث الموت پر نہیں، یقینا تھا، پھر ''**وما یشعرون ایان یبعثون**'' کا کیا مطلب۔ حالانکہ ان کو معلوم تھا پھر کیسے کہا جاسکتا ہے کہ ''انہیں نہیں معلوم جب اٹھائیں جائیں گے''۔

اور رہی بات ''الذین'' کی جو ذوی العقول کے لئے آتا ہے، تو عرض ہے کہ مرزائی بشمول مجہول مصنف ہمیں عربی قواعد کے کسی کتاب سے یہ دکھائیں کہ ''الذین'' ذوی العقول کے خاص ہے۔

لطیفہ:

نہ جانے یہ قاعدہ مرزا نے کہا سے لایا، ہوسکتا ہے کشف ہوا ہوگا اس لئے مرزا جب ہوائی فائر کریں تو اس کے مریدین اسے کشف ہی پر محمول کرتے ہیں، کیونکہ پتہ ہے لوگ ثبوت مانگیں گے اور ہمارے پاس ثبوت تو ہے نہیں تو کہتے ہیں یکایک مرزا پر یہ انکشاف ہوا کہ حضرت مسیحؑ فوت ہوچکے ہیں، '' وجعلناک المسیح ابن مریم '' سبحان اللہ !ایک ''ک'' بڑھانے سے مسیح ابن مریم بنا، اگر موت کے آغوش میں نہ آتے تو یہ ظالم فاعل بننے کی کوشش کرتا۔

بہرحال ''الذی'' اوراس کا مؤنث التی ذوی العقول اور غیر ذوی العقول دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے کہ:

''ثم اٰتینا موسی الکتٰب تمامٗ علی الذی احسن وتفصیلا لکل شئی''
(الانعام /۱۵۴)

اس آیت میں مذکر لفظ ''احسن'' کی بنسبت مفسرین کے دو قول ہیں: (۱) یہ اس جگہ صیغہ ماضی معلوم از باب افعال ہے۔ (۲) یہ کہ اسم تفصیل کا صیغہ ہے۔

''احسن'' کو صیغہ ماضی ماننے سے ''الذی'' عقل کے لئے ہوگا اور اسم تفضیل کی صورت میں اس کا غیر عاقل کے لئے ہونا صاف ظاہر ہے۔

اسی طرح: ''ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی هی احسن''۔
پس معلوم ہوا کہ ''الذین'' سے بت مراد لینا خلاف قاعدہ نہیں، اور نہ عرب کے محاورہ کے خلاف ہے۔

مرزائی از راہ کرم ہمیں اس آیت کا مطلب بیان کریں:

''انکم وما تعبدون من دون الله حصب جهنم ''(الانبیاء/۹۸)

بے شک تم جن کی عبادت کرتے ہو اللہ کے سوا وہ جہنم کی ایندھن بن جائیں گے۔

کیا کہتے ہیں مرزائی کہ یہاں پر بھی تو اللہ کے سوا معبودوں کا نفی ہے، کیا اس میں بھی حضرت عیسیٰؑ داخل ہوں گے، اور کیا ان کی بھی یہی سزا ہے۔ **معاذ الله منه**

تیسری دلیل اور اس کا جواب:

لکھتے ہیں کہ:

'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

و ما جعلنالبشر من قبلک الخلد افان مت فهم الخلدون۔ (الانبیاء ع۳ آیت : ۳۵)

ترجمہ:۔ اور ہم نے تجھ سے پہلے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی انسان کو خلود یعنی غیر طبعی لمبی زندگی نہیں دی۔ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ تو فوت ہو جائے اور وہ زندہ رہیں؟

استدلال:۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کس قدر غیرت سے فرماتا ہے کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ تو جو انفع للناس ہے دنیا سے رحلت کر جائے اور کوئی تجھ سے پہلے کا انسان زندہ ہو۔ پس ثابت ہوا۔ حضرت مسیحؑ تمام انسانوں کی طرح جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے پہلے گذرے وفات پاگئے"۔

(صفحہ/۶، ۷)

الجواب:

اس کا وفات ابن مریمؑ سے کچھ تعلق نہیں۔ کافر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں سن کر کہتے تھے کہ یہ ساری دھوم محض اس شخص کے دم تک ہے یہ دنیا سے رخصت ہوئے پھر کچھ نہیں، یعنی ان کی غرض موت کا آنا نبوت کی منافی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو موت آتے ہی ان کا دین اور اس کی باتیں ختم ہوں گے تو اللہ نے اس کا جواب دیا کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کسی آدمی کو زندہ رہنے نہیں دیا، اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پائے تو کیا وہ رہ جائیں گے۔

معلوم ہوا کہ کافروں کا جواب دیا جا رہا ہے اب چونکہ کفار نے یہ بات کی تھی تو اللہ نے بھی ان کا رد کیا کہ اس سے پہلے ہم کسی بشر کو زندہ رہنے نہیں دیا تو یہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پائیں گے اور آپ زندہ رہیں، حالانکہ ایسا کچھ نہیں۔

اب اس میں حضرت عیسیٰؑ کہا سے آ گیا، یہ ایسا ہے جیسا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وفات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر آیت "**وما محمد الا رسول قد خلت ۔۔۔الخ**" تلاوت کی تھی جس سے مرزائی وفات ابن مریمؑ کا استدلال کرتے ہیں۔ ہم وہاں بھی جواب دے چکے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کی حیات ایک اتفاقی امر ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال ایک قطعی امر تھا۔ لہذا ان کا ذہن میں بھی ایسا نہیں آیا ہوگا کہ عیسی بن مریمؑ زندہ رہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات، اور اسی طرح یہاں بھی کفار کے مقابلہ میں یہ کہا ہے حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ اس کا دور دور تک کوئی تعلق نہیں۔

ہم شروع ہی سے یہ چیلنج کر چکے ہیں کہ کوئی مرزائی ایسی آیت پیش نہیں کر سکتا جس کے

تحت کسی مفسر نے وہی استدلال کیا ہو جو مرزائی کرتے ہیں، لہذا یہ سب تحریف معنوی ہے۔

چوتھی دلیل اور اس کا تعاقب:

لکھتے ہیں کہ:

''قرآن مجید فرماتا ہے:۔

'' یعیسی إني متوفیك ورافعك إلی ومطهرك من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا إلی یوم القیمة'' (آل عمران ع۶ آیت: ۵۶)

ترجمہ:۔ اے عیسیٰ میں تجھے تیری طبعی موت سے وفات دوں گا۔ اور تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا اور تجھے پاک کروں گا ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا اور تیرے متبعین کو قیامت تک تیرے منکرین پر غالب رکھوں گا۔

استدلال: ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب یہودیوں نے حضرت مسیحؑ کی سخت مخالفت کی اور ان کو مارنا اور قتل کرنا چاہا اور قسم قسم کی تکالیف دینا شروع کیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے مسیح ناصری سے چار وعدے کئے جو ایک خاص ترتیب میں واقع ہوئے ہیں۔ یعنی (۱) وفات (۲) رفع (۳) تطہیر (۴) غلبہ

پس اسی ترتیب کے مطابق اللہ تعالیٰ نے پہلے حضرت عیسیٰؑ کو وفات دی پھر ان کا رفع کیا۔ پھر قرآن کے ذریعہ یہودیوں نے آپ پر جو الزامات لگائے تھے ان سے آپ کو پاک کیا پھر چوتھے وعدہ کے مطابق مسیحؑ کے تابعداروں کو یعنی عیسائیوں اور مسلمانوں کو آپ کے منکرین یعنی یہود پر قیامت تک غلبہ دیا جو ترتیب اللہ تعالیٰ نے قرآنی الفاظ کی رکھی ہے اس کے مطابق جب پچھلے تین

وعدے مسلمہ طور پر پورے ہو چکے ہیں۔تو ضرور ماننا پڑتا ہے کہ پہلا وعدہ جو مسیح کی وفات سے متعلق تھا وہ بھی پورا ہو چکا ہے۔“

(صفحہ/۷، ۸)

الجواب:

دراصل یہ حیات ابن مریمؑ پر ایک واضح اور بین دلیل ہے لیکن مرزائی کو چونکہ آیات میں معنوی تحریف کا بڑا شوق ہے اس لئے ان کو اس کے برعکس نظر آیا۔

عقل کے اندھوں کو الٹا نظر آتا ہے
مجنون نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

دل تو نہیں چاہتا اور مناسب بھی نہیں کہ محدث العصر پوری دنیا میں مرزائیت کے کفر کو عام کرنے والا حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے بعد اس آیت کی تفسیر کیا جائے، ان کی کتاب کی موجودگی میں ہمارا کچھ کہنا یقیناً ”آفتاب کو چراغ دکھانے کے“ مترادف ہے۔

حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی کتاب ”عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسیٰؑ“ اس مسئلہ کے لئے کافی وشافی ہے، چنانچہ انہوں نے مذکورہ چاروں وعدوں کو بالترتیب فصل میں بیان ہے۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں میری نظر سے ایسے جامع کتاب نہیں لکھی گئی۔

خود بندہ ناچیز اس کتاب کو ۲۰۱۹ء میں مکمل مطالعہ کر لیا تھا اور جب مرزائی نے یہ آیت پیش کی تو جواب کے لئے دوبارہ سرسری دیکھا، یقیناً ایسی کتاب حیات ابن مریمؑ پر پہلی نظر سے نہیں گزری۔ مرزائیوں پر حضرت کشمیریؒ کا جواب قرض ہے۔

بہر حال اس آیت پر چونکہ کافی کلام ہو چکا ہے اس لئے صرف مناظر ختم نبوت حضرت

مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ کے جواب نقل کرکے اسی پر اکتفاء کرتا ہوں۔

ومن شاء تفصیلا فی المسئلۃ المذکورۃ فلیراجع الی الکتاب المحدث العصر العلامۃ الدہر انور شاہ الکشمیری علیہ الرحمہ ورضوان المسمی بعقیدہ الاسلام فی حیات عیسی علیہ السلام وکتبہ المصنف فی لغۃ العربیۃ لکی یکشف العقائد الباطل لمرزا غلام احمد الکادیانی فی کل العالم وکشف بحمد اللہ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھایا جانا:

دلیل:۔۔ارشاد ربانی:

’’اذ قال اللہ یعیسی انی متوفیك ورافعك إلي ومطهرك من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الی یوم القیمۃ ثم الی مرجعکم فاحکم بینکم فیما کنتم فیه تختلفون‘‘۔ (آل عمران: ۵۵)

ترجمہ:’’جب کہ اللہ تعالی نے فرمایا: اے عیسی! میں لے لوں گا تجھ کو اور اٹھا لوں گا اپنی طرف اور تم کو ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جو منکر ہیں اور جو لوگ تمہارا کہنا ماننے والے ہیں، ان کو غالب رکھنے والا ہوں ان لوگوں پر جو کہ منکر ہیں ، روز قیامت تک پھر میری طرف ہوگی سب کی واپسی، سو میں تمہارے درمیان فیصلہ کردوں گا، ان امور میں جن میں تم باہم اختلاف کرتے تھے۔

اس آیت کریمہ کے متصل ماقبل کی آیت کریمہ و مکروا و مکر اللہ میں باری

تعالیٰ کی جس خفیہ وکامل تدبیر کی جانب اشارہ فرمایا گیا تھا۔اس کی تفصیل حسب بیان مفسرین آیت مذکورہ میں فرمائی گئی ہے۔اس محکم تدبیر کے وقوع سے پہلے ہی جب کہ یہود بے بہبود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے قیام کا محاصرہ کر کے قتل وسولی پر چڑھانے کا ناپاک منصوبہ بنا رہے تھے، حضرت حق جل مجدہ نے ایسے خطرناک وقت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تسلی دینے کے لئے بشارت دے دی کہ آپ کے دشمن خائب وخاسر رہیں گے۔

اس سلسلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چار وعدے فرمائے گئے:

(۱) میں تجھے پورا پورا لےلوں گا۔

(۲)اور تجھے اپنی طرف (آسمان پر) اٹھالوں گا۔

(۳)اور تجھے کفار (یہود) کے شر سے صاف بچالوں گا۔

(۴) تیرے متبعین کو تیرے دشمنوں پر قیامت تک غالب رکھوں گا۔

یہ چار وعدے اس لئے فرمائے گئے کہ یہود کی سازش میں یہ تفصیل تھی کہ:

(۱)حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑیں۔

(۲)اور طرح طرح کے عذاب دے کر ان کو قتل کریں۔

(۳)اور پھر خوب رسوا اور ذلیل کریں۔

(۴)اور اس ذریعہ سے ان کے دین کو فنا کریں کہ کوئی ان کا متبع ونام لیوا بھی نہ رہے۔

لہذا ان کے پکڑنے کے مقابلہ میں **متوفیك** فرمایا، یعنی تم کو بھر پور لینے والا ہوں تم میری حفاظت میں ہو، اور ارادہ ایذاء قتل کے مقابلہ میں **رافعک الی** فرمایا، یعنی میں تم کو آسمان پر اٹھالوں گا ، اور رسوا اور ذلیل کرنے کے مقابلہ میں **مطهرك من الذين كفروا** فرمایا یعنی میں تم کو ان یہود نامسعود سے پاک کروں گا، رسوائی وبے حرمتی کی نوبت ہی

نہیں آئے گی اور آپ کی امت کو مٹانے اور دین مسیحی کو نیست و نابود کرنے والوں کے مقابلہ میں: ''جاعل الذین اتبعوك .... الخ فرمایا یعنی تیرے رفع کے بعد تیر متبعین کو ان کفار پر غلبہ دوں گا۔

توفی کے معنی:

بہرحال پہلا وعدہ لفظ ''توفی'' سے فرمایا گیا ہے۔اس کے حروف اصلیہ'' وفا'' ہیں،جس کے معنی ہیں پورا کرنا، چنانچہ استعمال عرب ہے وفی بعهده اپنا وعدہ پورا کیا۔(لسان العرب)

باب تفعل میں جانے کے بعد اس کے معنی ہیں:اخذ الشئی وافیاً (بیضاوی) یعنی کسی چیز کو پورا پورا لینا،توفی کا یہ مفہوم جنس کے درجہ میں ہے،جس کے تحت یہ تمام انواع آتی ہیں موت، نیند اور رفع جسمانی۔ چنانچہ امام رازیؒ فرماتے ہیں:

''قوله (اني متوفيك) يدل على حصول التوفي وهو جنس تحته انواع بعضها بالموت وبعضها بالاصعاد الى السماء فلما قال بعده (و رافعك الى) كان هذا تعيينا للنوع و لم يكن تكراراً''

(تفسیر کبیر زیر آیت یعیسی انی متوفیک ص ۷۲ جز ۸)

ترجمہ: باری تعالی کا ارشاد انی متوفيك صرف حصول توفی پر دلالت کرتا ہے اور وہ ایک جنس ہے جس کے تحت کئی انواع ہیں کوئی بالموت اور کوئی بالرفع الی السماء ہیں جب باری تعالی نے اس کے بعد و رافعك الی فرمایا،تو اس نوع کو متعین کرنا ہوا (رفع الی السماء) نہ کہ تکرار''

مسلمہ قاعدہ ہے کہ کسی لفظ جنس کو بول کر اس کی خاص نوع مراد لینے کے لئے قرینہ حالیہ و مقالیہ کا پایا جانا ضروری ہے۔تو یہاں توفی بمعنی رفع جسمانی الی السماء لینے کے لئے ایک قرینہ یہ ہے کہ اس کے فوراً بعد **و رافعك الی** فرمایا گیا۔رفع کے معنی ہیں اوپر اٹھا لینا، کیوں کہ رفع، وضع وخفض کی ضد ہے جس کے معنی نیچے رکھنا، اور پست کرنا، اور دوسرا قرینہ **ومطهرك من الذين كفروا** ہے، کیونکہ تطہیر کا مطلب یہی ہے کہ کفار (یہود) کے ناپاک ہاتھوں سے آپ کو صاف بچا لوں گا۔چنانچہ ابن جریجؒ سے محدث ابن جریرؒ نے نقل فرمایا ہے:

عن ابی جريج قوله (اني متوفيك ورافعك الى ومطهرك من الذين كفروا) قال فرفعه اياه اليه توفيه اياه وتطهيره من الذين كفروا

(تفسیر ابن جریر ج ۳ ص ۲۹۰)

”کہ باری تعالی کا ارشاد گرامی **متوفيك** الخ کی تفسیر یہ ہے کہ خدا تعالی کا حضرت عیسی علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھا لینا ہی آپ کی توفی ہے اور یہی کفار سے ان کی تعبیر ہے۔“

اور تیسرا قرینہ حضرت ابو ہریرہ کی روایت مرفوعہ ہے جس کو امام بیہقیؒ نے نقل فرمایا ہے، اور جس میں نزول من السماء کی تصریح ہے:

”**كيف انتم اذا نزل ابن مريم من السماء فيكم**“ (کتاب الاسماء الصفات ص: ۲۰۳)

اس لئے کہ نزول سے پہلے رفع کا ثبوت ضروری ہے، اسی طرح جب یہ لفظ موت کے معنی دے گا تو قرینہ کی احتیاج ہو گی مثلاً:

'' قل يتوفكم ملك الموت الذي وكل بكم ''(الم سجدہ:۱۱)

ترجمہ:''اے پیغمبر! ان سے کہہ دو کہ تم کو قبض کرے گا ملک الموت جو تم پر مقرر کیا گیا ہے (یعنی تم کو مارے گا)۔''

اس میں ملک الموت قرینہ ہے، دیگر متعدد آیات میں بھی بر بنائے قرائن توفی بمعنی موت آیا ہے، کیونکہ موت میں بھی توفی یعنی پوری پوری گرفت ہوتی ہے۔ ایسے ہی جہاں نیند کے معنی دے گا تو بھی قرینہ کی ضرورت ہوگی۔ مثلاً:

'' وهو الذي يتوفكم بالليل '' (انعام:۶۰)

ترجمہ'' خدا ایسی ذات ہے کہ تم کو رات کے وقت پورا لے لیتا ہے، یعنی سلا دیتا ہے''۔

یہاں لیل اس بات کا قرینہ ہے کہ توفی سے مراد نوم ہے کیونکہ وہ بھی توفی (پوری پوری گرفت) کی ایک نوع ہے۔ یہ تمام تفصیلات بلغاء کے استعمال کے مطابق ہیں۔ البتہ عام لوگ توفی کو امانت اور قبض روح کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ کلیات ابوالبقاء میں ہے:

''التوفي الأماتة وقبض الروح وعليه استعمال العامة او الاستيفاء واخذ الحق وعليه استعمال البلغاء '' (کلیات ابو البقاء: ۱۲۹)

یعنی عام لوگ تو توفی کو امانت اور قبض روح کے معنی میں استعمال کرتے ہیں اور بلغاء پورا پورا وصول کرنے اور حق لینے کے سے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔

بہرحال زیر بحث آیت کریمہ میں بر بنائے قرائن توفی کے معنی قبض اور پورا پورا یعنی جسم مع الروح کو اپنی تحویل میں لے لینے کے ہیں، امانت سے نہیں ہیں۔ البتہ قبض روح بصورت نیند کے معنی ہو سکتے ہیں کیونکہ قبض روح کی دو صورتیں ہیں ایک مع الامساک اور دوسری مع

الارسال، تو اس آیت میں توفی بقرینہ رافعک الی بمعنی نیند ہوسکتی ہے، اور یہ ہمارے مدعا کے خلاف نہیں ہوگا کیونکہ نینداور رفع جسمی میں جمع ممکن ہے۔ چنانچہ مفسرین کی ایک جماعت نے اس کو اختیار کیا ہے۔

''(الثاني) المراد بالتوفي النوم ومنه قوله تعالى الله يتوفى الانفس حين موتها والتي لم تمت في منامها) فجعل النوم وفاة وكان عيسى قد رفعه الله وهو نائم لئلا يلحقه خوف'' (خازن ۲۵۵ ج ۱)

(آئینہ قادیانیت صفحہ/ ۱۴۳، ۱۴۷)

لکھتے ہیں کہ:

''**سوال:۔** بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ یہاں جو لفظ **متوفیک** کا آیا ہے اس کا مصدر ہے **تَوَفِّی** اور توفی کے معنے قبض روح یعنی وفات کے نہیں بلکہ اس کے معنے ہیں سارے کا سارا اٹھالینا۔

اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ قرآن شریف کے ۲۳ مقامات میں لفظ تونی قبض روح کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اول سے آخر تک سارا قرآن پڑھ لو۔ کہیں قبض روح کے بغیر اس لفظ کا استعمال نہیں ہوا۔ لہذا ہر ہٹ دھری ہے کہ توفی کا لفظ جب کسی اور انسان رسول حتی کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے استعمال ہو وہاں اس کے معنے قبض روح کے لئے جائیں اور جب مسیح ناصریؑ کے لئے استعمال ہو وہاں سارے کا سارا اٹھالینا مراد لیا جائے۔ یہ کیسا انصاف ہے؟

دوسرا جواب یہ ہے کہ بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس جو جلیل القدر صحابی ہیں انہوں نے اس کی تشریح کی ہے:۔

قال ابن عباس متوفيك أي مميتك

یعنی متوفیک کے معنے ممیتک ہیں۔یعنی میں تجھے وفات دوں گا۔

تیسرا اگر متوفیک کا معنی سارے کا سارا اٹھانا ہے تو اس آیت میں رافعک کا لفظ مہمل اور بے فائدہ ماننا پڑتا ہے۔

(صفحہ/۸، ۹)

الجواب:

پہلے جواب کا جواب یہ ہے کہ ماقبل ہم نے مولانا اللہ وسایا صاحب کی کتاب سے ایک اقتباس پیش کیا تھا جس میں علامہ فخر الدین رازیؒ کی عبارت نقل کی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ ''توفی'' یہ جنس ہے اور جنس منطقی ہے اور اس کے تحت انواع ہوتے ہے، اور قاعدہ ہے کہ جنس کے انواع میں سے کسی نوع کو خاص کرنے کے لئے قرینہ حالیہ ومقالیہ کا ہونا ضروی ہے۔ اور یہاں کئی قرائن موجود ہے جیسے ماقبل اقتباس میں موجود ہے۔

حضرت ابن عباسؓ اور عقیدہ حیات ابن مریمؑ:

اور دوسرے کا جواب الجواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ پوری امت مسلمہ کی طرح حیات ابن مریمؑ کے قائل تھے۔جیسا کہ متعدد روایات رفع ونزول عیسیٰؑ کے بارے میں انہیں سے مروی ہیں جو''التصریح بما تواتر فی نزول المسیح''میں موجود ہیں۔

اور ابن عباسؓ سے نقل کرنے والے راوی کا نام علی بن ابی طلحہ ہے (تفسیر ابن جریر جلد /۳ ص/۲۹۰) جو کہ ضعیف الحدیث ہے اور عبداللہ ابن عباسؓ کی زیارت بھی نہیں کی درمیان میں مجاہدؒ کا واسطہ ہے۔

بالفرض اگر تسلیم کرلیا جائے کہ ابن عباسؓ سے یہ روایت صحیح ہے اور ابن عباسؓ نے واقعی یہی تشریح کی ہے جو مرزائی پیش کرتے ہیں تب بھی ہمیں مضر اور مرزائیوں کو مفید نہیں، اس لئے اگر چہ ابن عباسؓ نے یہی تشریح کی ہے لیکن اس کا وہ عقیدہ نہیں تھا جو مرزائیوں کا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ خود ابن عباسؓ سے ایسی روایات مروی ہے جس میں رفع اور نزول کی تائید موجود ہے پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ان کی مراد وفات ابن مریم ہے۔ بلکہ اس کا مراد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو بھی اللہ تعالیٰ وفات دے گا لیکن وقت مقررہ پر، اس لئے **ممیت** کے لفظ سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کو وفات دوں گا بلکہ کبھی زندہ پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق اللہ نے فرمایا کہ ''**انک میت و انھم میتون**'' حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو زندہ تھے اور کفار بھی لیکن پھر ''میت'' کا لفظ استعمال ہوا۔ ثابت ہوا کہ میت سے مراد اپنے مقررہ وقت پر وفات پانا ہے۔ جیسا کہ مذکورہ آیت سے اس کی تائید ہو رہی ہے۔

اور حضرت خود حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی صحیح روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

''اخرج ابن عساکر و اسحاق بن بشر عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قوله تعالیٰ یعیسی انی متوفیک ورافعک الی یعنی رافعک ثم متوفیک فی آخر الزمان'' (در منثور ص:۳۶ جلد/۲)

ترجمہ: یعنی ابن عساکر اور اسحاق بن بشر نے (بروایت صحیح) ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ اس آیت کا مطلب ہے کہ میں آپ کو اٹھانے والا ہوں اپنی طرف پھر آخر زمانہ میں (بعد نزول) آپ کو موت دینے والا ہوں۔

گویا حضرت ابن عباسؓ کی یہ صحیح روایت پیش کردہ مرزائی قول کے اجمال کو ختم کیا وہ

مجمل تھا۔

تفسیر ابن کثیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے صحیح روایت منقول ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بغیر قتل کے زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔

''ورفع عیسی من روزنة فی البیت الی السماء هذا اسناد صحیح الی ابن عباس'' (تفسیر ابن کثیر جلد/۱ص/۵۷۴)

ترجمہ: عیسیٰؑ گھر کے روزن (روشن دان) سے (زندہ) آسمان کی طرف اٹھائے گئے، یہ اسناد ابن عباس تک صحیح ہے۔

ان روایات سے ثابت ہوا کہ حضرت ابن عباسؓ کا بھی وہی عقیدہ ہے جو امت مسلمہ کا ہے، اگر ابن عباسؓ کا وہی عقیدہ ہوتا جو مرزائی پیش کرتے ہیں تو لامحالہ ان سے وفات ابن مریمؑ پر روایت منقول ہوتی اور خود ان کے اقوال موجود ہوتی حالانکہ اس کے برعکس ان سے رفع ونزول کی روایات منقول ہیں۔ اور جو قول مرزائیوں نے پیش کیا ہے یقیناً اس کا معنی ومطلب وہ نہیں جو ان کا ہے بلکہ اس کا مطلب وہی ہے جو ہم نے پیش کیا ہے اور اس کے شواہد خود قرآن میں بھی موجود ہے اور خود ابن عباسؓ کا دوسرا قول جو درمنثور میں موجود ہیں اس کی بھرپور تائید کررہی ہے۔ لہٰذا مرزائی بالکل بھول جائے کہ ابن عباسؓ کا وہی عقیدہ تھا جو ہمارا ہیں، ان شاء اللہ ایک بھی ایسا حکم پیش نہیں کرسکتے جس میں ابن عباسؓ کا کوئی قول ان کا مؤید ہو صرف ابن عباسؓ ہی کیا کسی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول بھی پیش نہیں کرسکتے۔

رہی بات **رافعک** کا لفظ مہمل ماننے کا، تو عرض ہے کہ اس میں کئی نکت وفوائد اور فصیح وبلیغ کا انتہائی اعلیٰ مراتب پر دلالت کررہا ہے، لیکن مرزائی چونکہ ''**صم بکم عمی فهم لایرجعون**'' کا مصداق بنے ہیں اس لئے انہیں کچھ سمجھ نہیں آتا بجز ظاہری معنی کے وہ بھی

غلط۔ اس کی ساری تفصیلات تقدیم و تاخیر، نکت وفوائد، فصاحت و بلاغت حضرت انور شاہ کشمیریؒ کی کتاب ''عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسیٰؑ'' میں موجود ہیں۔ من شاء فلیراجع الیہ و انی ترکت لتطویل

مرزا کا چیلنج:

لکھتے ہیں کہ:

چوتھے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے لفظ توفی پر ایک چیلنج شائع کیا ہے اور اس پر بھاری انعام مقرر کیا ہے جس کا جواب آج تک دنیا کا کوئی عالم نہیں دے سکا۔ اور وہ یہ ہے:۔

''جب خدا فاعل ہو اور صرف انسان مفعول بہ ہو تو توفی کے معنے سوائے قبض روح کے ہرگز اور کوئی نہیں ہو سکتے''۔ (ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد/ ٣ ص/ ٦٠٣)

الجواب:

مرزا یہ چیلنج کرتے وقت چرس یا بھنگ پی لیا تھا، جاہل کے چیلنج کا نہ سر معلوم ہے اور نہ پا، ہیضہ کی حالت میں یہ چیلنج دیا تھا شاید، ہم یہ کہہ چکے ہیں کہ توفی کا معنیٰ قبض روح ہو یا پورا پورا زندہ مع الجسد لینا مراد ہو تو اس سے حیات ابن مریم پر کوئی زد نہیں پڑتا، کیونکہ اگر قبض روح مراد لیں تو قرینہ موجود ہوگا اور اگر پورا پورا لینا مراد ہو تب بھی قرینہ کی ضرورت ہے اور ہم پورا پورا لینے پر کئی قرائن پیش کر چکے ہیں۔

اور اگر بقول مرزا جو جہالت کے پرلے درجے پر فائز تھا اس کا معنیٰ قبض روح ہے تب

بھی ہمیں مضر اور جاہل مرکب کو اور اس کے اندھے مقلدین کو مفید نہیں ، پھر اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ میں آپ کی روح قبض کروں گا ، اور ظاہر ہے جب حضرت عیسیٰؑ کا نزول ہوگا اور بعدِ نزول ان کو بھی موت آئے گا، تو قبض روح کا وعدہ پورا ہوا۔

پانچویں دلیل اور اس کی تردید:

لکھتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

’’ وكنت عليهم شهيدا ما دمت فيهم فلما توفيتي كنت أنت الرقيب عليهم ‘‘ (سورہ المائدہ ع ۱۶ آیت : ۱۱۸)

ترجمہ:” اور تھا میں ان پر گواہ جب تک ان کے اندر رہا پس جس وقت تو نے مجھے وفات دی تو پھر وہی ان کو دیکھنے والا تھا۔

استدلال:۔ یہ ٹکڑا ایک لمبی آیت کا ہے اس سے پہلے یہ مضمون ہے کہ اللہ تعالے قیامت کے دن عیسی بن مریمؑ سے پوچھے گا کہ کیا تو نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ تم مجھے اور میری ماں کو دو خدا مانو اللہ کے سوا؟ تو اس پر حضرت عیسیٰؑ جواب دیں گے” پاک ہے تیری ذات مجھے زیبا نہیں کہ کہوں وہ بات جس کا مجھے کوئی حق نہیں ۔ اگر میں نے کوئی ایسی بات کہی ہے تو تُو اسے جانتا ہے۔ تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے لیکن میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے تو بے شک سب غیبوں کا جاننے والا ہے، میں نے ان کو اس بات کے سوا جس کا تو نے مجھ کو حکم دیا تھا اور کچھ نہیں کہا۔ اور وہ یہ کہ عبادت کرو اس کی جو میرا اور تمہارا دونوں کا پروردگار ہے اور میں ان پر نگران رہا جب تک کہ میں ان کے درمیان رہا لیکن اے خدا جب تو نے مجھے

وفات دیدی تو پھر تو تُو ہی ان کو دیکھنے والا تھا۔اور تو ہر ایک چیز نگران ہے‘‘۔

یہ آیت مسیح کی وفات پر دلیل کا ایک سورج چڑھا دیتی ہے۔ یہاں مسیح صرف دو زمانوں کا ذکر کرتے ہیں۔ پہلا زمانہ وہ جس میں مسیح ان کے اندر موجود تھے اور دوسرا زمانہ وفات کے بعد کا زمانہ۔مسیح کہتے ہیں کہ میری قوم میں شرک کا دور میری وفات کے بعد شروع ہوا۔اب ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائی کئی صدیوں سے شرک میں گرفتار چلے آتے ہیں اور مسیح اقرار کرتے ہیں کہ شرک میری وفات کے بعد شروع ہوا۔پس معلوم ہوا کہ مسیح مدت سے وفات پا چکے ہیں۔

الجواب:

اولا: ہم عرض کر چکے ہیں کہ ’’توفی‘‘ یہ جنس ہے موت کو بھی شامل ہے پورا پورا لینے وغیرہ کو بھی، پس بقرینہ حضرت عیسیٰؑ کے لئے استعمال ہو تو پورا پورا لینے کے معنی میں ہے اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں استعمال ہو تو وہاں قبض روح موت کے معنی میں کیونکہ قرینہ موجود ہے، اور اسی طرح دیگر مقامات پر جہاں جس چیز کے متعلق استعمال ہوا ہے بقرینہ اسی کو مراد لیا جائے گا۔

ثانیاً: اس آیت کی وفات ابن مریم سے کیا تعلق اور نہ مرزائی استدلال سمجھ آ رہا ہے کہ کیا بولنا چاہتا ہے، بات تو واضح ہے تو حضرت عیسیٰؑ فرمائیں گے کہ جب تک میں ان کے اندر موجود تھا تو میں ہی نگران تھا پھر جب آپ نے مجھے لے لیا آسمان کی طرف تو آپ ہی ان پر نگران تھا، اب اس کا تعلق وفات ابن مریم سے کیسے ہوگا، ہر ایک جانتا ہے جب موجود تھا تو دیکھتا رہا جب موجود نہیں ان میں تو نہیں دیکھ رہا، اور ظاہر ہے حضرت عیسیٰؑ بشر تھے اور بشر نہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور نہ عالم الغیب، پس حضرت عیسیٰؑ کے بعد انہوں نے جب شرک شروع کیا تو اس سے

حضرت عیسیٰؑ اپنی ناواقفیت ظاہر کریں گے کیونکہ دور سے دیکھنا اور سننا یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے بشر کی نہیں۔

علامہ بیضاویؒ آیت زیر بحث کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

''(فلما توفیتنی) بالرفع الی السماء لقوله تعالی انی متوفیک ورافعک الی والتوفی اخذ الشئی وافیا والموت نوع منه قال الله تعالی یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها''

ترجمہ: (جب آپ نے پورا پورا لے لیا) یعنی اٹھالیا آسمان کی طرف اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مطابق بے شک میں میں آپ کو لے لوں گا اور اٹھالوں گا اپنی طرف، توفی کہتے ہیں کسی چیز کو پورا پورا لینا اور موت توفی کے نوع میں سے ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ لے لیتا ہے جانیں جب ان کے مرنے کا وقت ہو اور جو نہیں مرتے ان کو لے لیتا ان کی نیند میں۔

علامہ بیضاویؒ کی تفسیر سے واضح ہوا کہ توفیتنی بمعنی رفع الی السماء ہیں نہ کہ قبض روح، اور مزید انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ موت توفی کے نوع میں سے ہیں یعنی کہ توفی یہ جنس ہے اور اس جنس کے تحت انواع میں سے ایک نوع موت ہے۔ پھر آگے اس پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل کیا ہے۔

علی بن محمد المعروف بالخازنؒ لکھتے ہیں:

''(فلما توفیتنی) یعنی فلما رفعتنی الی السماء''

ترجمہ: (فلما توفیتنی) یعنی جب آپ نے مجھے اٹھالیا آسمان کی طرف۔

محمد بن یعقوب الفیروزآبادیؒ لکھتے ہیں:

’’(فلما توفیتنی) رفعتنی من بینھم‘‘

ترجمہ: (فلما توفیتنی) یعنی مجھے اٹھایا ان کے درمیان سے۔

دوسرا استدلال کا جواب:

لکھتے ہے کہ:

’’دوسرا استدلال یہ ہے کہ اگر بالفرض مان لیا جائے کہ مسیحؑ اب تک آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ اور آخری زمانہ میں قیامت سے پہلے زمین پر نازل ہونگے تو لامحالہ وہ سب عیسائیوں کا شرک اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اور اپنی امت کے بگاڑ سے پورے واقف ہوجائیں گے اور انہیں معلوم ہوجائے گا کہ میری امت مجھ کو خدا بنا رہی ہے تو اس صورت میں وہ کس طرح اپنی ناواقفیت کا اظہار کر سکتے ہیں۔ یقیناً مسیحؑ کی طرف سے یہ نعوذ باللہ ایک غلط بیانی ہوگی۔ اگر وہ باوجود علم رکھنے کے پھر لاعلمی کا اظہار کریں‘‘۔

(صفحہ/۱۰)

الجواب:

پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ ہے لیکن حاضر و ناظر اور عالم الغیب نہیں، اس لئے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دور سے سنے اور علم غیب جانے۔ اور بعد نزول آپ صلیب کو توڑیں گے، یعنی صلیب پرستی کو ختم کریں گے (بخاری و مسلم) اور خنزیر کو قتل کریں گے یعنی نصرانیت کو مٹائیں گے (بخاری و مسلم) دجال کو ختم کریں گے اور اس کے بعد تمام دنیا مسلمان ہوجائے گا اور اس وقت اسلام کے سوا تمام مذہب مٹ جائیں گے۔ یہ سب باتیں حدیث سے ثابت ہیں

۔اس لئے اب ناواقفیت اور غلط بیانی کا سوال پیدا نہیں ہوسکتا۔

حدیث میں اس آیت کی تفسیر اور غلط استدلال:

لکھتے ہیں کہ:

’’حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کچھ لوگ جہنم کی طرف چلائے جائیں گے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں میں ان کو دیکھ کر چلا اٹھوں گا۔’’اصحابی اصحابی‘‘۔ یہ تو میرے صحابہ ہیں۔ یہ تو میرے صحابہ ہیں۔اس پر فرشتے کہیں گے:۔

’’آپ نہیں جانتے یہ لوگ تو آپ کے بعد اپنی ایڑیوں کے بل پھر گئے تھے‘‘۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میں وہی کہوں گا جو ایک نیک بندے عیسیٰ بن مریمؑ نے کہا:۔

’’کنت علیھم شھیدا مادمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم‘‘

یعنی جب تک میں ان کے درمیان رہا میں ان کی نگرانی کرتا رہا۔لیکن جب اے خدا تو نے مجھ کو وفات دے دی تو پھر تو ہی ان کو دیکھنے والا تھا۔دیکھئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی الفاظ اپنے متعلق استعمال کئے جو حضرت عیسیٰ نے کئے تھے ۔اب یہ ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر نہیں اٹھائے گئے ۔ بلکہ موت نے ہی آپ کو اپنے متبعین سے الگ کیا تھا۔یہی معنی عیسیٰؑ کے متعلق لینے چاہئیں‘‘۔

(صفحہ/١٠، ١١)

الجواب:

یہاں بھی بقرینہ توفی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے موت کے معنی میں مستعمل ہے اور حضرت عیسیٰؑ کے لئے رفع الی السماء۔

اگر دونوں حضرات کی توفی ایک طرح ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں فرماتے ''**فاقول ما قال**'' حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''**فاقول کما قال العبد الصالح**'' یہ اس بات پر دال ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں تغایر ہوتا ہے۔

چھٹی دلیل اور اس کا ازالہ:

لکھتے ہیں کہ:

''قرآن شریف میں اللہ تعالی بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:۔

''**فیھا تحیون و فیھا تموتون**'' (الاعراف رکوع ۲ آیت:۲۶)

ترجمہ۔''تم اپنی زندگی کے دن زمین پر ہی کاٹو گے اور زمین پر ہی تمہیں موت آئیگی''۔

استدلال:۔اس آیت میں اللہ تعالی وضاحت کے ساتھ فرماتا ہے کہ انسانوں کے لئے یہ مقدر ہو چکا ہے کہ وہ زمین پر ہی زندگی کے دن گزاریں گے اور زندگی کے دن گذارنے کے بعد جب موت کا وقت آئے گا تو ان کی موت بھی زمین پر ہی ہو گی۔اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ باوجود ایک انسان ہونے کے کس طرح بجسم عنصری آسمان پر جا بیٹھے کیا مسیح کو زندہ آسمان پر پہنچاتے ہوئے (نعوذ باللہ) اللہ تعالی اپنے اس فیصلہ کو بھول گیا۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

'' الم نجعل الأرض كفاتا أحياءً وأمواتاً ''(المرسلات : ٢٦،
٢٧)

یعنی ہم نے اس زمین کو ایسا بنایا ہے کہ وہ زندوں اور مردوں کو اپنے پاس رکھنے والی ہے۔اس آیت نے گویا پہلی آیت کی تشریح کردی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے زمین کے اندر یہ خاصیت رکھی ہے کہ وہ زندوں اور مردوں کو اپنے ساتھ لگائے رکھتی ہے اور انسانی جسم کو باہر نہیں جانے دیتی یہ آیت بھی مسیحؑ کے آسمان پر جانے کو غلط ثابت کررہی ہے''۔

(صفحہ/١١، ١٢)

الجواب:

اب تک مرزائی جتنے دلائل پیش کرچکے ہیں کسی ایک آیت میں بھی حضرت عیسیٰؑ کی وفات کا ذکر نہیں، اور نہ اب تک کسی مفسر کا قول پیش کرنے کی توفیق ہوئی کہ جس سے ثابت ہو کہ حضرت عیسیٰؑ وفات پا چکے ہیں۔اور ان شاء اللہ تا قیامت یہ مرزائی ٹولہ اور اس کے علاوہ آئندہ جو مسیح ابن مریم کا دعوی کریں یا وفات کا ایسی آیت اور صحیح حدیث پیش نہیں کرسکتے جس میں وفات ابن مریمؑ کا ذکر ہو، اور ہوگا بھی کیوں جب کہ بنص قرآن واحادیث تواتر آپ کا زندہ ہونا ثابت ہے۔

حسب معمول یہاں بھی نہ حضرت عیسیٰؑ کا ذکر ہے اور نہ کسی مفسر نے اس طرف اشارہ کیا ہے یہ سارے مرزائیوں کے بکواس ہے جو وہ کرتے ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات اس آیت سے ثابت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فعل مضارع کے ساتھ فرمایا کہ ''**فيها تحيون و**

فیھا تموتون ‘‘ اور فعل مضارع میں زمانہ حال واستقبال پایا جاتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ موت زمین پر ہوگی لیکن کب فعل مضارع لاکر فرمایا کہ ابھی یا آئندہ وقت میں، اب چونکہ حضرت عیسیؑ کو اللہ نے زندہ اٹھایا ہے اس لحاظ سے وہ اس آیت کا مصداق نزول کے بعد ہوگا جب وہ نازل ہوں گے اور اس کے بعد ان کی وفات ہوگی۔ لہذا حضرت عیسیؑ اس میں آجائیں گے بعد نزول نہ کہ قبل رفع۔ مرزائی بتائیں کہ اگر کسی کا انتقال جہاز میں ہو تو کیا اس آیت کی مخالفت ہوگی اور اگر خلاباز چاند پر پہنچ کر مر جائے یا حادثہ پیش آجائے تو ان کے بارے میں کیا خیال ہے؟

ساتویں دلیل اور اس کا قلع قمع:

لکھتے ہیں کہ:

’’جب کفار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ سچے رسول ہیں تو ہمیں آسمان پر چڑھ کر دکھائیں پھر ہم مان لیں گے، تو اس کے جواب میں اللہ تعالی نے آپ کو حکم دیا کہ اے رسول تو ان کو جواب دے:۔

’’ قل سبحان ربي هل كنت الابشرا رسولا ‘‘(بنی اسرائیل ع ۱۰ آیت: ۹۴)

یعنی پاک ہے میرا رب میں تو صرف ایک انسان رسول ہوں۔

استدلال:۔ اس آیت میں اللہ تعالی نے صاف فرمایا ہے کہ ایک بشر کا زندہ آسمان پر جانا خدا کی سنت اور وعدہ کے خلاف ہے اور خدا اس بات سے پاک ہے کہ خود اپنے فیصلوں کو توڑے، غور رکا مقام ہے کہ کفار عرب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے عظیم الشان انسان سے آسمان پر جانے کا معجزہ طلب کرتے ہیں اور اس قسم کا

معجزہ دیکھنے پر ایمان لانے کا وعدہ کرتے ہیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صاف جواب دیتے ہیں کہ میں تو صرف ایک بشر ہوں اور کوئی بشر آسمان پر زندہ نہیں جا سکتا۔ اس آیت کے ہوتے ہوئے اگر ایک عیسائی اس بات کے کہنے کی جرات کرے تو کرے کہ مسیح آسمان پر چلا گیا۔ مگر ایک مسلمان کہلانے والا انسان جو مسیح کو ایک انسان اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درجہ میں بہت چھوٹا انسان یقین کرتا ہے وہ ایک لمحہ کے لئے بھی اس بات کو قبول نہیں کرسکتا کہ حضرت مسیح ناصریؑ اپنے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر جا بیٹھے ہیں۔

غیرت کی جا ہے عیسیٰ زندہ ہو آسماں پر
مدفون ہو زمیں میں شاہِ جہاں ہمارا

(صفحہ/ ۱۲، ۱۳)

الجواب:

پہلے اس مجہول مصنف کی کذب اور دجل کو دیکھے کہتا ہے کہ ''ایک بشر کا زندہ آسمان پر جانا خدا کی سنت اور وعدہ کے خلاف ہے'' یہ مجہول مصنف اور مرزائیت کا بہت بڑا جھوٹ ہے، کیونکہ جب کوئی جھوٹا دعوی کرتا ہے تو ظاہر اس دعوی پر جو قضیہ پیش کرے گا وہ بھی جھوٹ پر مبنی ہوگا، اور خود مرزا بھی جھوٹا اس کے بلند بانگ دعوے بھی جھوٹے اور اس کی ذریت بھی جھوٹا جو اب تک قارئین ملاحظہ کر چکے ہیں۔

آیت کریمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میں تو بشر ہوں کوئی آسمان پر نہیں جا سکتا، مگر جب اللہ چاہے، جیسے خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج ہوئی اللہ کے حکم سے، اور اسی طرح اگر اللہ تعالی حضرت عیسیٰؑ کو زندہ آسمان پر اٹھائیں تو کون اعتراض کر سکتا ہے۔

اللہ کبھی اپنے فیصلے کے خلاف نہیں کرتا، یہ مرزائی جھوٹ ہے کہ زندہ آسمان پر جانا سنت الٰہیہ اور وعدہ کے خلاف ہے۔

اور رہی بات عیسائیوں کا کہ ہمارے پیغمبر آسمان پر ہیں اور آپ کا نیچے تو عرض ہے کہ کسی عیسائی نے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے سامنے یہی بات کی تھی تو حضرت نے اس کا جواب ایک شعر میں دیا تھا ؎

کسے بگفت کہ عیسیٰ ز مصطفیٰ اعلیٰ است
کہ این بہ زیر زمین دفن است او بہ اوج سما است
بگفتمش کہ نہ ایں حجت قوی باشد
حباب بر سرِ دریا گہر تہِ دریا است

(ملفوظات شاہ عبدالعزیز ص/ ۱۹)

ترجمہ: کسی نے کہا کہ حضرت عیسیٰؑ حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اعلیٰ ہے۔اس لئے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین کے نیچے دفن ہے اور حضرت عیسیٰؑ اوپر آسمان پر ہے۔میں نے اس کو کہا کہ یہ تو کوئی مضبوط دلیل نہیں ہوا۔حباب (ایک قسم کا زیور) دریا کے اوپر ہے اور موتی دریا کے نیچے۔

آٹھویں دلیل اور اس کی مدافعت:

لکھتے ہیں کہ:

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

" وما المسیح بن مریم الا رسول قد خلت من قبله الرسل

وأمه صديقة كانا يأكلان الطعام ''(المائدہ ع ۱۵ آیت:۷۶)

ترجمہ:۔اورنہیں مسیح بن مریم مگر رسول تحقیق گذر چکے پہلے اس سے کئی رسول، اس کی ماں ایک پاک اور سچی عورت تھی۔وہ دونوں ماں بیٹا کھانا کھایا کرتے تھے۔

استدلال:۔اس آیت سے ثابت ہے کہ مسیح اوران کی والدہ کھانے کے محتاج تھے ۔اوران کا مادی جسم بغیر کھانے کے برقرار نہ رہ سکتا تھا اور اللہ تعالی کا بطور ماضی استمراری یہ بیان کرنا کہ وہ کھانا کھایا کرتے تھے۔صاف دلالت کرتا ہے کہ اب وہ کھانے کے محتاج نہیں۔لہذا ثابت ہوا کہ اب وہ دونوں وفات پا چکے ہیں۔

(صفحہ/ ۱۳)

الجواب:

ان جاہلوں کو نہ استدلال کا طریقہ آتا ہے اور نہ آیات کے مطلب سمجھ سکتے ہیں ، اور استدلال کریں بھی کیسے جب آیات کے غلط مطلب سمجھا تولازما استدلال بھی غلط ہی ہوگا ؎

خشت اول چوں نہد معمار کج

تا ثریا مے رود دیوار کج

یہ ایسا ہے جیسا کسی آدمی کا انتقال ہوجائے اور دوسرے لوگ اس کی تعریف کریں کہ فلاں جوانتقال کر گئے وہ اچھا بندہ تھا ہمیشہ اپنے والد کی خدمت کرتا تھا یہ اوراس کے والد ایک ساتھ کام کرتے تھے، حالانکہ اس کے والد کا انتقال اب تک نہیں ہوا۔تو کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اس کا والد بھی انتقال کر گئے ہیں ۔اسی طرح حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کا معاملہ ہے اپنے زمانے میں دونوں کھانا کھاتے تھے۔یہاں اللہ تعالی نصاریٰ کا رد کررہے ہیں جوان کو الٰہ مانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ الہٰ نہیں تھے جیسا آپ لوگوں کا گمان ہیں، کیونکہ الہٰ کھانے پینے سے پاک ہے یہ تو بشر تھے انسانوں میں اعلیٰ درجے پر فائز تھے۔اس لئے یہ الہٰ نہیں ہو سکتے۔اس میں حضرت مسیحؑ کی وفات کا ذکر نہ دلالۃ ہے اور نہ اشارۃ اور نہ سیاق وسباق یہ بتاتے ہیں، بلکہ حضرت مسیح ومریم علیہما السلام کی الوہیت کی تردید ہے۔

کیا انبیاءؑ کا جسم بغیر کھانے کے قائم نہیں رہ سکتا:

لکھتے ہیں کہ:

''**سوال :۔** اگر کوئی اعتراض کرے کہ مسیحؑ کا جسم کھانے کے بغیر ہی زندہ اور برقرار ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں محکم طور پر ہمیں یقینی خبر دی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام انبیاء کے اجسام طعام کے بغیر قائم رہنے والے نہ تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

''وما ارسلنا قبلك من المرسلين الا انهم ليأكلون الطعام ويمشون في الأسواق (الفرقان ع ۲ آیت:۲۱)

یعنی ہم نے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے پہلے رسول نہیں بھیجے مگر وہ کھانا کھایا کرتے تھے۔اور بازاروں میں پھرا کرتے تھے۔

اسی طرح ایک اور آیت اس مسئلہ کا قطعی فیصلہ کرتی ہے کہ کسی نبی کا جسم بغیر کھانے کے قائم رہنے والا نہیں اور وہ یہ ہے:۔

''وماجعلناهم جسدا لايأكلون الطعام وماكانو خلدين''(الانبیاء ع ۱ آیت:۹)

اور ہم نے ان نبیوں کے ایسے جسم نہیں بنائے تھے جو کھانا نہ کھاتے ہوں، اور نہ تھے وہ ہمیشہ رہنے والے"۔

(صفحہ/ ۱۳، ۱۴)

الجواب:

یہاں بھی مجہول مصنف نے دجل اور فریب کا مظاہرہ کر کے مرزائیت کا مکمل ثبوت پیش کیا ہے۔ چنانچہ مذکورہ آیتوں میں کہی بھی یہ نہیں لکھا کہ انبیاءؑ کے اجسام طعام کے بغیر قائم رہنے والے نہ تھے۔

جو آیات پیش کی ہیں وہ کفار کے ان سوال کا جواب ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کہتے تھے کہ یہ کیسا نبی ہے جو کھانا پیتا اور بازروں میں جاتا ہے، اس کا جواب اللہ نے ان دو مذکورہ آیات میں فرمایا کہ کھانا پینا اور بازاروں میں جانا نبوت کی منافی نہیں، بلکہ اس سے پہلے جو رسول گزرے ہیں وہ بھی کھاتے پیتے تھے اور بازاروں میں جاتے تھے، لہذا یہ نبوت کی منافی نہیں، جیسا تمہارا خیال ہے۔

لہذا ان آیات میں یہ نہیں ہے کہ انبیاءؑ کھانے پینے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے، اندازہ لگائیں ان مکار مرزائیوں نے ایک آیت کو کہا سے کہا چسپا دیا، اسی طرح دیگر آیات کا بھی یہی حال کیا ہے ان ظالموں نے۔ اللھم احفظ بھذہ الفتنة کل مسلم آمین

نویں دلیل اور اس کا انجام:

لکھتے ہیں کہ:

اللہ تعالی فرماتے ہیں:۔

'' وأوصاني بالصلوۃ والزکوۃ ما دمت حیا'' (مریم ع،۲ آیت: ۳۲)

ترجمہ:۔ عیسیٰؑ نے کہا۔ اللہ تعالے نے مجھے تاکیدی حکم دیا ہے کہ جب تک میں زندہ رہوں نماز پڑھتا رہوں اور زکوۃ ادا کرتا رہوں۔

استدلال:۔ یہ آیت فیصلہ کرتی ہے کہ اپنی زندگی کے زمانہ میں حضرت عیسیٰؑ نماز پڑھتے تھے اور زکوۃ بھی دیا کرتے تھے اب چونکہ وہ وفات پا چکے ہیں، اور دارالعمل میں نہیں رہے بلکہ خدا تعالی کے پاس جنت میں ہیں۔ لہذا اب ان پر نہ نماز فرض ہے نہ زکوۃ۔ جیسا کہ ہر انسان پر شریعت کی تکلیف زندگی میں ہوتی ہے نہ کہ مرنے کے بعد۔ دوسرا اگر وہ آسمان پر زندہ فرض کئے جائیں اور ان احکام کی پابندی ان پر اب بھی ضروری تجویز کی جائے تو ماننا پڑتا ہے کہ انکے پاس آسمان پر روپیہ بھی ہو اور زکوۃ وصول کرنے والوں کا ایک گروہ بھی موجود ہو اور یہ باتیں بالبداہت محال ہیں۔ اسی طرح اگر حضرت عیسیٰؑ اب بھی آسمان پر نماز پڑھتے ہیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسی نماز پڑھتے ہیں۔ اسلامی نماز یا اسرائیلی نماز۔ اگر کہا جائے اسرائیلی تو وہ قرآن کے منسوخ ہو چکی اگر کہا جائے اسلامی نماز تو اس کی ان کو خبر کیسے ہوئی۔ بہر حال یہ آیت بھی حضرت عیسیٰؑ کی وفات پر دلالت کرتی ہے۔

(صفحہ/ ۱۴، ۱۵)

الجواب:

حضرت عیسیٰؑ نے مذکورہ بات جب کہی تھی ان کی عمر کیا تھی؟ اگر قارئین تھوڑی سی تکلیف

اٹھائیں اور سورۂ مریم کا یہ مقام نکالیں اور دو تین آیات پیچھے سے ترجمہ پڑھیں تو حقیقت حال واضح ہو جائے گی کہ ابھی حضرت عیسیٰؑ کو دنیا میں آئے چند دن یا چند گھنٹے ہی ہوئے تھے کیونکہ حضرت مریمؑ پیدائش کے بعد انھیں گود میں اٹھائے اپنی قوم کے پاس آئیں تو انھوں نے الزام لگا دیا، چنانچہ حضرت عیسیٰؑ نے اللہ کے حکم سے معجزانہ طور پر باتیں کی قوم کا الزام ختم کیا ۔اپنی نبوت کا اعلان کیا اور ساتھ مذکورہ بات بھی فرمائی۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کی جو تفسیر ذکر کی ہے اس سے مرزائی دلیل کا جواب آسانی سے حل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ آپؒ فرماتے ہیں کہ:

''یعنی جب تک زندہ رہوں، جس وقت اور جس جگہ کے مناسب جس قسم کی صلوۃ وزکوۃ کا حکم ہو، اس کی شروط وحقوق کی رعایت کے ساتھ برابر ادا کرتا رہوں۔ جیسے دوسری جگہ مومنین کی نسبت فرمایا: ''**الذین هم علی صلاتهم دائمون** ''(معارج: ۲۳) اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر آن اور ہر وقت نمازیں پڑھتے رہتے ہیں بلکہ یہ مراد ہے کہ جس وقت جس طرح کی نماز کا حکم ہو ہمیشہ پابندی سے تعمیل حکم کرتے ہیں اور اس کی برکات و انوار ہمہ وقت ان کو محیط رہتی ہیں۔ کوئی شخص کہے کہ ہم جب تک زندہ ہیں نماز، زکوۃ، روزہ، حج وغیرہ کے مامور ہیں۔ کیا اس کا مطلب یہ لیا جائے گا کہ ہر ایک مسلمان مامور ہے کہ ہر وقت نماز پڑھتا رہے، ہر وقت زکوۃ دیتا رہے (خواہ نصاب کا مالک ہو یا نہ ہو) ہر وقت روزے رکھتا رہے۔ ہر وقت حج کرتا رہے۔ حضرت مسیحؑ کے متعلق بھی ''**مادمت حیا**'' کا ایسا ہی مطلب سمجھنا چاہیے۔ یاد رہے کہ لفظ ''صلوۃ'' کچھ اصطلاحی نماز کے ساتھ مخصوص نہیں، قرآن نے ملائکہ اور بشر سے گزر کر تمام جہان کی طرف صلوۃ کی نسبت کی ہے: ''**الم تر ان الله يسبح له من في**

السموات والأرض والطیر صٰفّٰت کل قد علم صلاته وتسبیحه'' (نور:۴۱) اور یہ بھی بتلا دیا کہ ہر چیز کی نسبت تسبیح وصلوۃ کا حال اللہ ہی جانتا ہے کہ کس کی صلوۃ وتسبیح کس رنگ کی ہے۔اسی طرح زکوۃ کے معنی بھی اصل میں طہارت، نماء، برکت ومدح کے ہیں جن میں سے ہر ایک معنی کا استعمال قرآن وحدیث میں اپنے اپنے موقع پر ہوا ہے۔اسی رکوع میں حضرت مسیح کی نسبت ''غلٰما زکیا''کا لفظ گزر چکا جو زکوۃ سے مشتق ہے۔اور یحی علیہ السلام کو فرمایا ''وحنانا من لدنا و زکوۃ'' سورہ کہف (آیت:۸۱) میں ہے: ''خیرا منه زکوۃ واقرب رحما'' اسی طرح کے عام معنی یہاں بھی زکوۃ کے لیے جاسکتے ہیں۔اور ممکن ہے ''اوصٰني بالصلوۃ والزکوۃ'' سے ''اوصانی بأن اٰمر بالصلوۃ والزکوۃ'' مراد ہو جیسے اسمٰعیل علیہ السلام کی نسبت فرمایا:'' وکان یامر اهله بالصلوۃ والزکوۃ'' پر لفظ ''أوصٰنی''اپنے مدلول لغوی کے اعتبار سے اس کو مقتضی نہیں کہ وقت ایصاء ہی سے اس پر عمل درآمد شروع ہو جائے۔نیز بہت ممکن ہے کہ ''مادمت حیا'' سے یہ ہی زمینی حیات مراد لے لی جائے جیسے ترمذی کی ایک حدیث میں ہے کہ'' جابرؓ کے والد کو اللہ نے شہادت کے بعد زندہ کر کے فرمایا کہ ہم سے کچھ مانگ، اس نے کہا کہ مجھے دوبارہ زندہ کر دیجیے کہ دوبارہ تیرے راستہ میں قتل کیا جاؤں۔''اس زندگی سے یقیناً زمینی زندگی مراد ہے ورنہ شہداء کے لیے نفس حیات کی قرآن میں اور خود اس حدیث میں تصریح موجود ہے۔

(تفسیر عثمانی تحت آیت زیر بحث)

فصل دوم قادیانی دلائل از احادیث مبارکہ

اس فصل میں مجہول مصنف کی طرف سے چار دلائل پیش کیا گیا ہیں۔

پہلی دلیل اور اس کا دفع:

لکھتے ہیں کہ:

''یہاں ہم صرف چار احادیث پیش کرتے ہیں جو مسیحؑ کی وفات کو ثابت کرتی ہیں: (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

ان عیسی بن مریم عاش عشرین ومائة سنة۔

یعنی عیسی بن مریم ایک سو بیس سال زندہ رہے۔(کنز العمال، مستدرک حاکم، زرقانی)

یہ حدیث مسیحؑ کی عمر کی تعیین کر کے صاف طور پر ان کی وفات پر دلالت کرتی ہے''۔

(صفحہ/۱۵)

الجواب:

اولا: یہ روایت ضعیف اور مردود ہے، علامہ ہیثمیؒ اسے نقل کرنے بعد لکھتے ہیں:

''رواه الطبرانی باسناد ضعیف'' (مجمع الزوائد:۸ / ۵۹۲)

ثانیا: اگر مذکورہ روایت کو صحیح تسلیم کیا جائے تو اس روایت کا کیا بنے گا جو حضرت فاطمہؓ سے مروی ہیں کہ ''عیسیٰؑ بنی اسرائیل میں چالیس سال تک رہے'' (مسند ابی یعلی

۱۱۰ / ۱۲) اگر چہ یہ روایت بھی ضعیف ہے لیکن مرزائی بتلائے کہ اس کو کیوں نہیں لیتے۔

ثالثا: مذکورہ دو روایتوں کے ساتھ اپنے نبی کی روایت بھی ملاحظہ کریں۔ چنانچہ مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ:

''اور احادیث میں معتبر روایتوں سے ثابت ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسیح کی عمر ایک سو پچیس برس کی ہوئی''

(مسیح ہندوستان میں، روحانی خزائن جلد/ ۱۵ ص/ ۵۵)

اب مرزائی بتلائے کہ کونسی بات درست ہے۔ ؎

کس کا یقین کیجئے کس کا یقین نہ کیجئے
لائے ہیں بزمِ یار سے لوگ خبر الگ الگ

رابعا: بالفرض اگر ان روایات کو تسلیم کر لیا جائے خواہ عمر جتنا بھی ہو تو اس کا بھی مطلب یہی ہوگا کہ حضرت عیسیٰؑ اتنے سال زمین پر گزاری پھر اللہ نے ان کو اٹھالیا، تو اس حیثیت سے مطلب ٹھیک ہوگا، کیونکہ اس کی پہلی دلیل یہ ہے کہ روایات میں عمر تو بتلادی لیکن یہ تو موجود نہیں ہے کہ اتنے عمر پا کر وفات پائی، اس لئے مطلب یہی ہوگا کہ زمین پر مقررہ وقت پا کر پھر اللہ نے ان کو لے لیا۔ اب وہ کتنے برس مزید زندہ ہوں اس کا معلوم نہیں لیکن جب نازل ہوں گے پھر زمین پر چالیس سال رہیں گے، جیسا حدیث میں مرقوم ہے لہذا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جن روایات میں عمر بتلایا گیا ہے وہ زمین پر رہنے کی ہے، باقی ان کا مطلب یہ نہیں کہ اتنے عمر پا کر وفات پائی۔ بلکہ مطلب یہی ہے کہ قبل رفع الی السماء زمین پر اتنی مدت رہے بعد ازاں آسمان پر معلوم نہیں اور جب نازل ہوں گے تو پھر چالیس سال زندہ رہیں گے۔

دوسری دلیل اوراس کی ماہیت:

لکھتے ہیں کہ:

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

''لوکان موسی و عیسی حیین لما وسعهما إلا اتباعی''

یعنی اگر موسی اور عیسی زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری اطاعت کے بغیر چارہ نہ ہوتا ۔(تفسیر ابن کثیر اردو جلد اول آل عمران) یہ حدیث صاف فیصلہ کرتی ہے کہ نہ موسی زندہ ہیں نہ عیسی زندہ ہیں۔

(صفحہ/۱۵)

الجواب:

اولاً: تفسیر ابن کثیر میں حضرت عیسیٰؑ کے نام کے ساتھ جو روایت ہے اس کے سند کا معلوم نہیں، اس کی صحیح سند مرزائی پیش کریں اور راویوں کی توثیق کریں۔

ثانیاً: ہمیں مسند ابن حنبلؒ میں یہ روایت بغیر عیسیٰؑ کے ملا ہے، اس میں فقط حضرت موسیٰؑ کا ذکر ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

''والذی نفسی بیده لو ان موسی کان حیا ماوسعه الا ان یتبعنی'' (مسند ابن حنبلؒ جلد/ ۳ صفحہ ۳۸۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

اس ذات کی قسم جس کی قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر بے شک موسیٰؑ زندہ ہوتے تو میری اتباع کے بغیر ان کو چارہ نہ ہوتا۔

ملا علی قاریؒ اس حدیث کو یوں نقل کرتے ہیں:

حدیث ''لو کان موسی حیا لما وسعه الا اتباعی'' (الموضاعات الکبری ص/ ۱۹۲)

جس روایت کو مرزائی نے پیش کیا ہے وہ خود مرزا کے قول کے خلاف ہے کیونکہ مرزا کہتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ زندہ ہے مردوں میں نہیں (نور الحق ص/ ۵۰)

تیسری دلیل اور اس کی تردید:

لکھتے ہیں کہ:

(۳) معراج کی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جب میں دوسرے آسمان پر گیا۔ تو میں نے وہاں یحی اور عیسی کو دیکھا۔ الخصائص الکبری جلد اول ص/ ۱۶۸)

اب یہ سب کے نزدیک مسلم ہے کہ یحیٰ فوت ہو چکے ہیں اور ان کی روح جسم عنصری سے الگ ہے۔ اس لئے ثابت ہوا مسیح بھی فوت شدہ ہیں کیونکہ مردوں میں وہی شخص رہتا ہے جو خود فوت شدہ ہو۔

(صفحہ/ ۱۵، ۱۶)

الجواب:

اولاً: مرزائی یہ بتائیں کہ اگر حضرت یحیٰؑ کے ساتھ حضرت عیسیٰؑ کو دیکھنے سے وفات ہوتی ہے تو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ان سے ملاقات کر رہی ہے تو کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی وفات شدہ مان لوگے؟

ثانیاً: خود مرزا حیات موسیٰؑ کے قائل تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات حضرت موسیٰؑ سے

بھی ہوئی پھر کیا وہ وفات شدہ ہے کہ نہیں اگر نہیں تو حضرت عیسیٰؑ پر اعتراض کیوں اور اگر وفات شدہ ہے پھر مرزا جھوٹا۔

ثالثاً: مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ:

''ایک دفعہ میں نے بیداری کی حالت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مع حسین و علی و فاطمہ دیکھا، یہ خواب نہ تھی بلکہ بیداری کی ایک قسم تھی'' (فتاوی احمدیہ جلد/۱ ص/۸۷ الحکم ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء)

اب مجہول مصنف کے بقول مرزا مرا ہوا ہے کیونکہ مردوں میں وہی شخص رہتا ہے جو خود فوت شدہ ہو۔

چوتھی دلیل اور اس کا ابطال:

لکھتے ہیں کہ:

''(۴)۔(اختلاف حلیتین) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مسیحوں کا الگ الگ حلیہ بیان فرمایا ہے آپ نے مسیح اسرائیلی کا حلیہ معراج کی رات یوں بیان کیا:۔

'' فاما عیسی احمر جعد '' (بخاری جلد اول کتاب الانبیاء)

کہ عیسی وہ سرک رنگ اور گھنگریالے بالوں والے تھے۔اور جہاں آپ قاتلِ دجال مسیح کا حلیہ ذکر کرتے ہیں۔تو فرماتے ہیں:

'' رجل اٰدم سبط الشعر ''

کہ وہ گندم گوں کھلے بالوں والا تھا۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کا دو مسیحوں کا الگ الگ حلیہ بیان کرنا صاف ظاہر کرتا ہے کہ اسرائیلی مسیح اور ہے اور محمدی مسیح دوسرا شخص ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔ ع

سید جدا کند زمسیحائے احمرم

کہ میرا آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سرخ رنگ کے مسیح سے جدا کرتا ہے۔

(صفحہ/۱۶)

الجواب:

یہ بھی مرزائیوں کے کم علمی اور کج فہمی ہے جو انہوں نے مذکورہ روایات سے اس طرح لچر استدلال کر کے مرزائیت کا پورا ثبوت دیا ہے۔ اگر عمداً ایسا کرتے ہیں ہے تو جہالت اور بے وقوفی ہے اور اگر خطاء کرتے ہیں تو کم علمی اور ناسمجھی ہے۔

اولاً: یہ روایات حضرت مسیحؑ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہیں۔ اگر مرزائیوں میں ہمت ہے تو وہ یہ ثابت کریں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہو کہ پہلی جو نشانیاں ہے وہ مسیح اسرائیلی کی ہے اور دوسری جو نشانیاں ہیں وہ قاتلِ دجال مسیح کی ہے۔ اگر نہیں کر سکتے اور یقیناً نہیں کر سکتے پھر یہ جھوٹ ان کا اپنا ہے کہ فلاں مسیح کی یہ نشانی ہے اور فلاں کی یہ۔

ثانیاً: رہی یہ بات کہ اگر یہ ایک ہی مسیحؑ کی نشانیاں ہیں تو مختلف کیوں ہیں یہ تو تعارض ہے۔ تو عرض ہے کہ تعارض قطعاً نہیں، اگر میں آج کسی آدمی کو دیکھ کر اس کی اوصاف بیان کروں یا اس کے شکل بیان کروں کہ وہ ایسا تھا ویسا پھر تین یا پانچ سال بعد دوبارہ اس کو دیکھو تو کسی عارضہ کی وجہ سے اس کا شکل مختلف ہوا تھا، پھر میں اس کو بیان کروں تو کیا میرا قول میں

تضاد آئے گا ہرگز نہیں، کیونکہ جو میں بیان کیا ہوں دیکھ کیا کر کیا ہوں وہ الگ بات ہے اس کا رنگ مختلف ہوا کسی عارضہ کی وجہ سے۔اس کی مثال ہمارے ہاں بڑی واضح ہے، جیسے آج ایک شخص اچھا تازہ فربہ اور جوان گندمی رنگ کا ہے پھر یہ شخص بیمار ہو جائے تو صحت کی خرابی کی وجہ سے کمزور بھی ہوتا اور رنگ بھی تبدیل ہو جاتی ہے، اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کا ہے پہلی مرتبہ جب دیکھا تو گندمی رنگ کا تھا پھر کسی وجہ سے سرخ ہوا تھا تو اس حالت میں دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں حالت بیان کر دی، لہذا اس پر تعارض کا اشکال بھی پیدا نہیں ہو سکتا اور نہ مرزائی دلیل بن سکتی ہے۔

اس کے بہت ساری مثال ہیں جیسے آج آپ شخص کو دیکھو بڑے بال والے ہیں اور جا کر کسی کو بتا دوں کہ فلاں کے اتنے بڑے بال ہے، پھر جب وہ بال گنجا کریں تو چوٹا کریں تو پھر اسے دیکھ کر بیان کرو کہ اس کے بال نہیں تھے یا چوٹے بال تھے۔تو کیا آپ کے قول میں تضاد آئے گا اور کیا وہ شخص دو ہوں گے جب بڑے بال تھے الگ بندہ تھا اور جب چوٹے بال ہے تو الگ، حالانکہ ایسا ہرگز نہیں۔

خود حدیث میں اس کی مثال موجود ہیں۔چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

”مررت علی موسی لیلة اسری بی عندالکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ“

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شب معراج میرا گزر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سرخ ٹیلے کے قریب سے ہوا تو دیکھا وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔

(صحیح مسلم جلد/ ۲ ص ۲۶۸)

اب کوئی مرزائی کہے کہ موسیٰ دو ہے کیونکہ حدیث میں دونوں کا الگ الگ ذکر ہوا ہے ایک موسیٰ تو اپنی قبر میں تھے جس کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دیا اور دوسرا آسمانوں پر ہے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاقات کی ۔تو کیا کوئی عاقل اس جاہل کی بات تسلیم کرنے کو تیار رہے ہرگز نہیں۔ یہی معاملہ مرزائیوں نے حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتھ کیا ہے
۔

یاد رکھیں! روایات میں یہ مذکور نہیں ہے کہ فلاں کی یہ نشانی ہے اور فلاں کی یہ۔ بلکہ مطلق حضرت عیسی علیہ السلام کی نشانی اور حلیہ بیان کیا ہے۔جس پر کوئی اشکال نہیں ہوسکتا جیسا کہ ماقبل گزر چکا ہے۔

اگر مرزائی اس کو الگ الگ تسلیم کرتے ہیں یا متعارض مانتے ہیں،تو ہمیں بتائے کہ خود مرزا نے حضرت مسیح علیہ السلام کے دو رنگ بتلائی ہے، چنانچہ(مسیح ہندوستان میں صفحہ 83) پر لکھا ہے کہ ’’مسیح چونکہ بلاد شام کے رہنے والے تھے اس لیے وہ بگوا یعنی سفید رنگ کے تھے‘‘ اور پھر(تحفہ گولڑویہ صفحہ 119) پر لکھا ہے کہ ’’صحیح بخاری میں کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہلاتی ہے حضرت علیہ السّلام کا سرخ رنگ لکھا ہے جیسا کہ عام طور پر شامی لوگوں کا ہوتا ہے‘‘ اب مرزائی بتائیں کہ پہلا قول صحیح ہے یا دوسرا اور کیا یہاں تعارض نہیں ہے؟ نیز یہ بتائیں کہ یہاں ایک ہی مسیح کا ذکر ہے یا الگ الگ۔ بینوا

فصل سوم قادیانی دلائل ازا کابر امت

اس فصل میں پانچ دلائل کے جواب بیان ہوں گے جو مرزائیوں کی طرف سے پیش کئے گئے ہیں۔

لکھتے ہیں کہ:

''**شہادات اکابر امت:**

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حیات مسیحؑ پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔لہٰذا احمدی جماعت وفات مسیح مان کر اجماع امت کے برخلاف چلتی ہے۔تو اس کے جواب میں یاد رکھنا چاہیے کر جب قرآن و حدیث نبویہ سے وفات مسیح ثابت ہوگئی تو قرآن وحدیث کے مقابلہ میں کونسا اجماع پیش ہوسکتا ہے۔قرآن نے مسیح کو مار دیا۔احادیث سے وفات ثابت ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوت ہوکر ثابت کر دیا کہ تمام نبی وفات پا گئے ہیں۔

بدنیا گر کسے پائندہ بودے

ابوالقاسم محمد زندہ بودے

صحابہ کا پہلا اجماع جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں اس بات پر ہوا کہ تمام انبیاء وفات پاگئے ہیں۔پس چند مولویوں کا اجماع کے عیسیٰؑ آسمان پر زندہ ہے قرآن وحدیث اور صحابہ کے اجماع کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتا۔باقی یہ کہنا کہ اس مسئلہ پر تمام امت کا اجماع ہے غلط ہے۔ہمارے پاس امت محمدیہ کے بزرگوں کی بیسیوں شہادتیں موجود ہیں جو وفات کے قائل تھے حضرت مرزا صاحب کے دعوی سے پہلے کے لوگوں اور آپ کے دعوی کے بعد کے لوگوں کی بھی۔بہرحال ہر زمانہ میں ایسے محقق مسلمان ہوتے چلے آئے ہیں جو وفات مسیح کے قائل تھے اور آج کے زمانہ میں بھی جماعت احمدیہ سے باہر ایسے محقق مسلمان موجود ہیں جو علی الاعلان وفات مسیح کو مانتے ہیں لہذا یہ کہنا کہ حیات مسیحؑ پر اجماع ہے غلط دعوی ہے۔ہم یہاں چند اکابر امت کی شہادات پیش کرتے ہیں تا کہ واضح ہوجائے کہ

حیات مسیحؑ پر ہر گز امت کا اجماع نہیں ہوا''۔

(صفحہ/۱۶،۱۷)

الجواب:

اولاً: نہ قرآن سے وفات مسیح ثابت ہے اور نہ صحیح حدیث سے ہم چیلنج کر چکے ہیں کہ مرزائی قرآن کی ایک ایسی آیت پیش نہیں کرسکتا جس میں وفات ابن مریم کا ذکر اگر چہ اشارۃً ہی کیوں نہ ہو یا کسی مستند مفسر کا قول پیش کر سکتے ہیں جو کسی آیت کے ماتحت وفات ابن مریم کا بحث کیا ہو اشارۃً ۔ اشارۃً کی قید ہم اس لئے لگا رہے ہیں کیونکہ ان بدبختوں کو اشارۃً بھی کوئی قول نہیں ملتا چہ جائیکہ کہ صراحتا ملے ۔ اسی طرح صحیح احادیث میں کوئی ایسی حدیث پیش نہیں کر سکتے جس میں وفات ابن مریم کا ذکر ہو۔ پس یہ کہنا کہ قرآن و حدیث سے وفات ابن مریم ثابت ہے یہ مرزائیوں کا بہت بڑا دھوکہ ہیں ۔ اور صحابہ کا اجماع وفات ابن مریم پر ہر گز نہیں ہوا تھا یہ بھی جھوٹ ہے۔

ثانیاً: یہ چند مولویوں کا اجماع نہیں بلکہ تمام امت مسلمہ کا اجماع ہے اور تمام مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے۔ خود مرزائیوں کو بھی یہ مسلم ہے کہ دنیا کے سب مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے حضرت عیسی علیہ السلام حیات ہیں۔ چنانچہ مرزائیت کے خلیفہ ثانی میاں محمود لکھتے ہیں کہ:

> ''پچھلی صدیوں میں قریبا سب دنیا کے مسلمانوں میں مسیح کے زندہ ہونے پر ایمان رکھا جاتا تھا اور بڑے بڑے بزرگ اسی عقیدہ پر فوت ہوئے اور نہیں کہہ سکتے کہ وہ مشرک فوت ہوئے گو اس میں شک نہیں کہ یہ عقیدہ مشرکانہ ہے''

(حقیقۃ النبوۃ مندرجہ انوار العلوم جلد: صفحہ:463)

لیجئے یہ مرزائی کے گھر کی شہادت جس میں خود تسلیم کرتا ہے کہ تمام دنیا کے مسلمانوں کا یہ

عقیدہ رہا ہیں صرف ایک ملک یا ایک قوم کا نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کا۔ ؎

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعان کا

ثالثاً: یہ کہنا کہ ’’ہر حال اور ہر زمانے میں ایسے مسلمان محقق ۔۔۔۔الخ‘‘ تو یہ بھی مرزائیت اور مجہول مصنف کا بہت بڑا دجل ہے۔ تمام مرزائی مل کر بھی کسی مستند بین الفریقین مسلمان کا قول پیش نہیں کر سکتے جس میں وفات ابن مریم کا ثبوت ہیں۔ قرون اولی سے لے کر زمانہ حال تک۔

پہلی دلیل اور اس کا جواب:

لکھتے ہیں کہ:

’’**۱۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ صحابی:۔**

انہوں نے لفظ **متوفیک** کا معنی **ممیتک** بیان کر کے اپنا عقیدہ صاف ظاہر کیا کہ ان کے نزدیک مسیحؑ فوت ہو چکے ہیں۔

(صفحہ/۱۷)

الجواب:

ہم ماقبل دلیل نمبر چار کے ضمن میں اس پر کلام کر چکے ہیں وہاں ملاحظہ کریں۔

دوسری دلیل اور اس کا رد:

لکھتے ہیں کہ:

''۲۔حضرت امام مالکؒ:۔

ائمہ اربعہ میں سے حضرت امام مالک وفات مسیح کے قائل ہیں ۔ چنانچہ مجمع البحار میں لکھا ہے کہ '' وقَال مالک ماتَ ''کہ امام مالک فرمایا کرتے تھے کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو چکے ہیں''۔

(صفحہ/۱۸)

الجواب:

اولاً: یہ صحیح سند سے ثابت نہیں کہ امام مالکؒ نے یہ بات فرمایا ہو۔قادیانی اس کی سند پیش کریں اور صحیح ثابت کریں۔

ثانیا: کیا مرزائی مجمع البحار کی اس عبارت پر یقین کرتے ہیں ؟ اگر کرتے ہیں تو اسی عبارت سے متصل ماقبل یہ بات بھی ہے '' والاکثر ان عیسی لم یمت ''یعنی کہ اکثر امت محمدیہ اس بات کی ہیں کہ حضرت عیسی علیہ السلام وفات نہیں پائی اور مالک نے فرمایا فوت ہوئے ۔تو کیا مرزائی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں ۔ظاہر ہے جواب منفی ہے تو پھر یہ بات کیسے بطور دلیل پیش کرتے ہیں؟ یا مکمل عبارت صحیح مان لو یا پھر یہ بات چھوڑ دو، یہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے کہ ایک عبارت میں ساری باتیں غلط ہوایک صحیح یا سب صحیح ہوایک غلط۔

امام مالکؒ کا عقیدہ:

اب ملاحظہ فرمائیں امام مالکؒ کا اصل عقیدہ۔

''فی العتبہ قال مالک بین ان الناس قیام یستمعون لاقامۃ الصلوۃ فتغشاھم غمامۃ فاذا عیسی قد نزل '' (اکمال

المعلم شرح صحیح مسلم ج/اص/۲۶۶)

یعنی عتبہ میں ہے کہ امام مالکؒ نے فرمایا کہ لوگ اس حالت میں کھڑے ہوں گے کہ نماز کی اقامت سنتے ہوں گے اچانک ایک بادل ان کو ڈھانک لے گا پس عیسیٰؑ اس وقت نازل ہوں گے۔

تیسری دلیل اور اس پر ایراد:

لکھتے ہیں کہ:

"۳۔امام ابن حزمؒ:۔

کمالین حاشیہ تفسیر جلالین میں لکھا ہے:۔

"وتمسک ابن حزم بظاهر الاية وقال بموته"

کہ امام ابن حزمؒ نے آیت کے ظاہری معنوں سے استدلال کرکے مسیحؑ کی وفات بیان کی ہے۔

(صفحہ/۱۸)

الجواب:

اولاً: امام ابن حزمؒ کا اپنا عقیدہ ملاحظہ فرمائیں:

آپؒ لکھتے ہیں کہ:

"وان عیسی علیه السلام لم یقتل ولم یصلب ولکن توفاه الله تعالی عزوجل ثم رفعه الله الیه" (المحلی لابن حزم جلد ا صفحہ ۲۳ طبع مصر بحوالہ حیات عیسیٰؑ کے متعلق مرزائی شبہات کا ازالہ ص/۷۰)

ترجمہ: اور بے شک حضرت عیسیٰؑ نہ قتل کئے گئے اور نہ صلیب دیئے گئے اور لیکن

اللہ تعالیٰ نے آپ کو لے لیا اور اپنی طرف اٹھالیا۔

چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''الا ان عیسی ابن مریم علیه السلام سینزل '' (ایضاً ص/۲۸)

''البتہ حضرت عیسی بن مریمؑ عنقریب نازل ہوں گے''۔

اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

''انه اخبر انه لانبی بعده الا ما جاء من الاخبار الصحاح من نزول عیسی علیه السلام الذی بعث الی بنی اسرائیل وادعی الیهود قتله وصلبه ووجب الاقرار بهذه الجملة''الفصل بین الملل والنحل جلد/۱ ص/۶۸)

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں البتہ احادیث صحیحہ میں اس عیسیٰؑ کے نزول کو مستثنیٰ قرار دیا ہے جو بنی اسرائیل کی طرف نبی بنا کر مبعوث کئے گئے تھے اور جن کو قتل کرنے اور صلیب دینے کا یہود نے دعوی کیا تھا، لہذا ان کا دوبارہ آنے کا اقرار کرنا واجب ضروری ہے''۔

لیجئے امام ابن حزمؒ کا اصل عقیدہ، اب مرزائی بتائیں کہ کیا ان کا یہ نظریہ درست ہے یا وہ جس کو تو نے پیش کیا ہے؟ نیز یہ بتائیں کہ متکلم کا اپنی ذاتی کلام معتبر ہے یا وہ کلام جو غیر اس کی طرف منسوب کریں۔

اور امام ابن حزمؒ نے آیت کی ظاہری معنی سے استدلال کیا ہے، اور یہ معتبر نہیں کیونکہ بعض آیات کا ظاہری معنی اور ہوتا ہے اور حقیقی اور مرادی معنی اور لہذا اس جیسے قول کا اعتبار نہیں کیا

جائے گا۔

تیسری اور چوتھی دلیل اور اس کا رفع:

لکھتے ہیں کہ

''۴۔ مفتی مصر:۔

مصر کے مشہور متبحر عالم الازہر یونیورسٹی کے شیخ علامہ محمود شلتوت لکھتے ہیں:۔

'' قرآن مجید اور سنت مطہرہ میں کوئی ایسی سند نہیں ہے جس سے اس عقیدہ پر دل مطمئن ہو سکے کہ حضرت عیسیٰؑ اپنے جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے اور اب تک وہ آسمان پر زندہ ہیں۔ اور یہ کہ وہی آخری زمانہ میں زمین پر آئیں گے''

الفتاوی از محمود شلتوت ص/ ۵۸)

''۵ مفسر حجاز:۔

موجودہ زمانہ میں سعودی عرب کے مشہور مفسر قرآن علامہ عبدالرحمن سعدی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

'' ومنها ما أكرم الله به عيسى أن انتشر أصحابه في الآفاق في حياته وبعد مماته ''

یعنی عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے یہ عزت دی کہ آپ کے اصحاب دنیا میں پھیل گئے ان کی زندگی میں اور ان کی موت کے بعد۔''

(صفحہ:18،19)

الجواب:

ان دونوں حضرات کے اقوال اگر اسی طرح ہے جیسا مجہول مصنف نے پیش کیا ہے یا ان

کا عقیدہ ایسا ہے جیسے عبارات سے ظاہر ہے تو یہ ان کا اپنی ذاتی مؤقف ہے۔ اجماع امت کے مقابلے میں ایسے اقوال کو بقول اقبال ع

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں

لہذا مرزائیوں کو ایک بار پھر کہنا چاہتا ہوں کہ اکابرین امت میں سے کسی ایسے بزرگ جو مستند بین الفریقین ہو ان کا قول پیش کرو جس میں وفات ابن مریم علیہ السلام کی ثبوت ہو۔ قیامت کی صبح تک تلاش کرو کتب کی ورق گردانی کرو ان شاء اللہ الرحمن تمہیں ایسا قول نہیں ملے گا اور جب قیامت قائم ہوگی تو مرزا کو کہنا کہ لعنت ہو تم! پر تم نے ہمیں کہا تھا حضرت عیسی علیہ السلام وفات پا گیا ہے اور تم نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا ہم نے تم پر یقین کیا اب ہمیں بچاؤ۔ اور وہ کہے گا میں نے کب کہا تھا کہ میرا قول مانو۔ بس پھر یہ کہتے کہتے تم مرزا کے پیچھے جہنم کی طرف دھکیل دیا جاؤ گے اور اس وقت بجز اس کے اور کچھ کام نہ آئے گا۔ یٰلیتنی کنت ترابا

ہم نے تو دل جلا کے سر عام رکھ دیا
اب جس کے جی میں آئے خود روشنی پائے

فصل چہارم متفرقات

اس فصل میں ان باتوں کا جواب دیا جائے گا جو مسلمانوں کی طرف سے مرزائیوں پر چند شبہات کیا گیا ہیں مرزائی ان کے ازالہ کی کوشش کیا ہے لیکن کیسے کیا ہے قارئین ازالۃ الازالہ ملاحظہ فرمائیں۔

لکھتے ہیں کہ:

”**متفرق شبہات کا ازالہ:**

ایک عقلمند اور خدا ترس انسان کے سامنے وفات مسیح پر اتنے دلائل کافی ہوں گے
قرآن حدیث پکار پکار کر گواہی دے رہے ہیں کہ مسیح ناصری فوت ہو چکے ہیں۔
بزرگان امت کے حوالہ جات اس کی تائید میں ہیں سنت اللہ یہی ہے کہ جو شخص
مرجائے وہ زندہ دوبارہ دنیا میں نہیں آتا۔لہذا ہم انہیں دلائل پر اکتفا کرتے ہیں
اور چند شبہات کا یہاں ازالہ کرنا ضروری جانتے ہیں جو اس مسئلہ کے سمجھنے میں
روک بنتے ہیں۔

(صفحہ:۱۹)

الجواب:

یہ سب طفل تسلیاں ہے، کئی بار اس کے متعلق عرض کیا جا چکا ہے کہ صرف ایک آیت اور
ایک صحیح حدیث اور کسی مستند عالم کا قول پیش نہیں کیا جا سکتا، جس میں وفات ابن مریمؑ کا تذکرہ
ہو۔

حیات مسیح کا عقیدہ اسلام میں کہا سے آیا:

لکھتے ہیں کہ:

”حیات مسیح کا عقیدہ اسلام میں کہاں سے آیا؟
ایک شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ اگر حضرت مسیح فوت ہو گئے تھے تو عوام الناس مسلمانوں
نے حیات مسیح کا عقیدہ کہاں سے لے لیا، سو اس کا جواب یہ ہے کہ جب اسلام کی
ترقی کا زمانہ تھا۔اس وقت عیسائی لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہوئے اور یہ
ایک فطری تقاضا ہے کہ انسان اپنے خیالات کو آہستہ آہستہ چھوڑتا ہے مثل مشہور

ہے کہ رام رام نکلتے ہی نکلے گا۔ اور رحیم کا نام داخل ہوتے ہوتے ہی داخل ہوگا ان لوگوں کے دلوں سے مسیح ناصری کی بے جا محبت شرک کے مقام سے تو بے شک نیچے گر گئی تھی لیکن ابھی کلی طور پر دل سے نہ نکلی تھی۔ عیسائی مذہب میں پہلے سے مسیحؑ کی آمد ثانی کی پیشگوئی موجود تھی انہوں نے اسلام میں بھی مسیحؑ کی آمد ثانی کی خبر پائی جس سے فوراً انہوں نے یہ خیال کیا کہ یہ وہی خبر ہے جو عیسائیت میں موجود ہے پس انہوں نے اعتقاد کر لیا کہ پہلے مسیح خود دوبارہ آئیں گے اور وہ آسمان پر زندہ ہیں اور عوام الناس نے انہیں سے یہ عقیدہ سن کر اپنے دلوں میں راسخ کر لیا۔ چنانچہ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:۔

" ففي زاد المعاد للحافظ ابن القيم رحمه الله تعالى ما يذكر ان عيسى رفع وهو ابن ثلاث وعشرين سنة لا يعرف به أثر متصل يجب المصير اليه قال الشامي وهو كما قال فان ذالك إنما يروى عن النصارى'' (فتح البیان جلد ۲ ص/۴۹)

یعنی حافظ ابن قیم کی کتاب زاد المعاد میں لکھا ہے کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ۳۳ سال کی عمر میں اٹھائے گئے اس کی تائید کسی حدیث سے نہیں ہوتی تا کہ اس کا ماننا واجب ہو شامی نے کہا ہے کہ جیسا کہ ابن القیم نے فرمایا ہے۔ فی الواقعہ ایسا ہی ہے اس عقیدہ کی بنا حدیثِ رسول پر نہیں بلکہ یہ نصاری کی روایات ہیں۔

(صفحہ:19،20)

الجواب:

اولا: یہ تاریخ مرزائی تاریخ ہے اس کا نہ کوئی حوالہ اور نہ کوئی سند بس جیسے مرزا اور اس کی

مقلدین نے سنا لکھ دیا۔ اور مرزائیوں کے ہاں جس بات کا حوالہ نہ ہوا سے مرزا کے کشف پر محمول کرتے ہے جان چھڑانے کا آسان طریقہ۔

اب خود اس مرزائی تاریخ میں کتنا بڑا تضاد ہے جو اس کے جھوٹے ہونے کے لئے کافی ہے۔ چنانچہ مجہول مصنف کا یہ کہنا کہ ''عیسائی مذہب میں پہلے سے مسیح کی آمد ثانی کی پیشگوئی موجود تھی انہوں نے اسلام میں بھی مسیح کی آمد ثانی کی خبر پائی'' ایک کھلا اور انٹرنیشنل تضاد ہے۔ وہ اس طرح کہ مرزائی یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ مسیح علیہ السلام کی حیات اسلام میں نہیں ہے پس یہ کہی اور سے مسلمانوں نے لیا ہے۔ اب جب کہ کہی اور سے لیا ہے وہ کون ہے تو بقول مجہول مصنف وہ عیسائی ہے وجہ یہ بتائی کہ عیسائی مذہب میں پہلے سے حیات ابن مریم موجود تھا پھر جب انہوں نے اسلام قبول کیا اور اسلام میں جب انہوں نے دیکھا یہ خبر پائی جاتی ہے کہ مسیح علیہ السلام دوبارہ آئیں گے تو انہوں نے سمجھا یہ وہی ہے جو ہم کہتے ہے۔

اب غور کریں جب اسلام کے اندر پہلے سے یہ موجود تھا بقول مجہول مصنف پھر کیسے یہ عقیدہ مسلمانوں نے عیسائیوں سے لیا ہے جب کہ یہ پہلے سے موجود تھا۔ اب اگر عیسائیوں سے لیا گیا ہے تو پہلے سے اسلام میں موجود کا کیا مطلب؟ اب مجہول مصنف اور مرزائی بتلائے کہ پہلے سے جب یہ عقیدہ اسلام میں موجود تھا تو یہ عقیدہ مسلمانوں کا ہوا یا عیسائیوں کا؟ عیسائیوں نے یہ عقیدہ ہم سے لیا یا ہم نے عیسائیوں سے؟ اور ہمیں اس کی مکمل تاریخ درکار ہے جس میں یہ سب باتیں موجود ہو کہ مسلمانوں نے یہ عقیدہ عیسائیوں سے لیا ہے ابتداء کہا سے ہوئی کس شہر سے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے یا اس کے بعد اور اس کو پھیلایا کس نے مسلمانوں کے درمیان؟ اور کس طرح پھیل گئیں بیک وقت یا آہستہ آہستہ؟ اور اس وقت کے مسلمان جو اس عقیدے کے قائل نہ تھے کیا انہوں نے اس کا کوئی رد نہیں کیا کوئی کتاب

نہیں لکھیں گئی؟ اور جب مسلمانوں نے اس عقیدہ کو اپنے دلوں میں راسخ کرلیا تو اس وقت کے علماء کرام نے ان کا رد کیا کہ نہیں؟؟ بینوا

ثانیا: علامہ ابن کثیرؒ کا حوالہ مرزائی تاریخ کی ہرگز تصدیق نہیں کرتا اس میں حیات ابن مریم علیہ السلام کا ثبوت ہے اور اختلاف صرف عمر میں ہے کہ کتنے سال کی عمر میں ان کو اٹھایا گیا بس صرف اختلاف عمر بتلانا ہے اور خود مرزا کا بھی اس میں دو قول موجود ہے۔ لہذا عبارت میں صرف تعیین عمر کی بحث ہے نہ یہ کہ حیات ابن مریم علیہ السلام مسلمانوں میں کیسے رائج ہوا۔

لکھتے ہیں کہ:

'' **دوسرا شبہ:۔** بعض لوگ کہتے ہیں۔ مان لیا حضرت عیسیٰؑ فوت ہو گئے ہیں۔ لیکن کیا اللہ تعالیٰ قادر نہیں ہے کہ انہیں دوبارہ زندہ کر کے دنیا میں لاوے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مردوں کا زندہ ہو کر دوبارہ دنیا میں آنا اسلامی تعلیم اور سنت الہیہ کے سراسر خلاف ہے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں'' **وحرام علی قریة اهلكناها انهم لایرجعون**'' یعنی جن لوگوں کو ہم مار دیتے ہیں ان پر حرام ہے کہ وہ اس دنیا کی طرف واپس لوٹیں۔

پھر فرماتا ہے:۔ '' **ومن ورائهم برزخ إلی یوم یبعثون** ''یعنی جو لوگ مر جاتے ہیں ان کے اور اس دنیا کے درمیان ایک روک ہو جاتی ہے جو قیامت کے دن تک رہے گی۔

یہ قرآنی آیات فیصلہ کرتی ہیں کہ جو شخص مر جائے وہ قیامت سے پہلے دنیا میں نہیں واپس آسکتا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث اس مسئلہ کو بالکل صاف کرتی ہے۔ جنگ احد میں حضرت جابرؓ کے والد شہید ہو گئے۔ حضور فرماتے ہیں کہ شہادت کے بعد جب ان کی روح خدا کے حضور پیش ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا

تم کیا مانگتے ہو تو انہوں نے عرض کی یا باری تعالی میری یہ آرزو ہے کہ میں دوبارہ دنیا میں جاؤں اور پھر تیرے راستہ میں مقام شہادت حاصل کروں۔ خدا تعالی نے اس کے جواب میں فرمایا۔

"سبق القول منی أنهم لا یرجعون "

یعنی ایسا نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ میں پہلے سے اصولی فیصلہ کر چکا ہوں کہ جو لوگ مرجاتے ہیں، وہ پھر اس دنیا میں واپس نہیں آئیں گے "۔

(صفحہ/ ۲۰، ۲۱)

الجواب:

اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالی نے جو فرمایا ہے اس کے خلاف یقیناً وہ نہیں ایسا کرسکتا، لیکن کرنے پر قادر ہے، البتہ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالی نے موت ہی نہیں دیا، لہذا موت دے کر زندہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

لکھتے ہیں کہ:

" **تیسرا شبہ:**۔ایک تیسرا بڑا شبہ جو عام مسلمانوں کے ذہنوں میں پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جب احادیث میں صریحاً آتا ہے کہ تم میں ابن مریم آئیں گے یا نازل ہوں گے تو ہم کیونکر نہ یہ سمجھیں کہ ابن مریم تو ایک ہی ہوئے ہیں اور وہ حضرت عیسیٰؑ اسرائیلی نبی ہیں اور وہی بنفس نفیس دوبارہ دنیا میں آئیں گے لہذا وہ زندہ ہیں ۔ **جواب:**۔اس سوال کا جواب سمجھنے سے پہلے تین امور پر غور کرنا ضروری ہے۔ اول یہ کہ احادیث کے متعلق یہ قاعدہ ہے کہ جو حدیث قرآن شریف یا احادیث صیحہ کے برخلاف نظر آئے اس کے معنے کرتے وقت یہ اصول ذہن نشین کرنا پڑتا

ہے کہ ایسے معنے کئے جائیں جو قرآن اور احادیث صحیحہ کے برخلاف نہ ہوں۔اس اصول کی بناء پر جب ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن عیسیٰؑ کو وفات شدہ مانتا ہے اور احادیث صحیحہ گواہی دیتی ہیں کہ مسیحؑ فوت ہوگئے اور سنت اللہ بھی اس کی تائید کرتی ہے۔تو یہ حدیث جس میں مسیحؑ کی آمد ثانی کی پیشگوئی ہے لامحالہ اس کے یہی معنے کئے جائیں گے کہ ابن مریم سے مراد کوئی ایسا فرد ہے جو ابن مریم کی صفات اپنے اندر رکھتا ہو نہ کہ پہلے مسیح ۔ کیونکہ جب ثابت ہوگیا کہ پہلے مسیح فوت ہو گئے اور قرآن ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ وفات یافتہ انسان دوبارہ دنیا میں آئیں تو ابن مریم سے مراد مثیل ابن مریم ہے۔دوسرا امر یہ ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے پیش گوئی کی ہے انہوں نے اس سے کیا مراد لیا ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ابن مریم کی جن احادیث میں پیشگوئی بیان کی گئی ہے وہاں ساتھ یہ الفاظ بھی تشریحی طور پر مذکور ہیں کہ آپ نے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ’’ **و اما مکم منکم** ‘‘ کہ وہ ابن مریمؑ جو تم میں آئے گا وہ تمہارا امام ہوگا۔اور اے مسلمانو! وہ تم میں سے ہوگا۔عرض مسیح موعود کے متعلق **امامکم منکم** کے الفاظ فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے جھگڑے کا فیصلہ کر دیا ہے۔اور شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی کہ یہ مت سمجھنا وہ پہلے مسیح ہیں ۔ بلکہ وہ مسیح محمدیؑ تم میں سے ہوگا۔الغرض **منکم** کا لفظ مسیح ناصریؑ کے متعلق ساری امیدوں پر پانی پھیر دیتا ہے۔

تیسری یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیے کہ یہ سنت الہیہ ہے کہ جب کبھی کسی نبی کے متعلق اس کی آمد ثانی کی پیشگوئی کی جاتی ہے تو اس سے یہ مراد ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ خود دوبارہ دنیا میں آئے گا بلکہ اسکی مراد یہ ہوتا ہے کہ اس کا کوئی مثیل دنیا میں آئے

گا۔ دیکھو اس کا ایک نمونہ ہمیں پہلے نبیوں کی تاریخ میں ملتا ہے۔ ملا کی نبی کی کتاب میں یہ وعدہ کیا گیا تھا۔ کہ مسیح ناصریؑ سے پہلے الیاس یعنی ایلیا نبی دوبارہ دنیا میں آئے گا۔ تب مسیح آئے گا۔ اب اس پیشگوئی سے یہود یہی سمجھے کہ وہ ایلیا جو پہلے گذر چکا ہے وہی بذات خود نازل ہوگا اور اس کے بعد موسوی سلسلہ کا مسیح آئے گا۔ اس لئے جب حضرت عیسیٰؑ نے مسیحیت کا دعوی کیا تو یہود نے صاف انکار کر دیا۔ اور کہا کہ ہماری کتابوں میں تو یہ لکھا ہے کہ سب سے پہلے ایلیا نبی آسمان سے اترے گا۔ چونکہ ایلیا ابھی تک نہیں آیا لہذا عیسیٰؑ کا دعوی سچا نہیں ہوسکتا ۔اس کا جواب عیسیٰؑ نے سنت اللہ کے مطابق یہ دیا کہ ایلیا کی جو پیشگوئی کی گئی تھی اس سے خود ایلیا کا آنا مراد نہیں تھا۔ بلکہ وہ استعارہ کے رنگ میں ایسے نبی کی خبر تھی جو ایلیا کی خُو بُو پر آئے گا۔ اور وہ آ چکا ہے اور وہی یحیٰ ہے جس کی آنکھیں ہوں دیکھے۔ (متی باب ۱۱) لیکن ظاہر پرست یہودی اس بات پر جمے رہے کہ خود ایلیا کا دوبارہ آنا لکھا ہے اس لئے یحیٰ کا آنا اس کا آنا نہیں ہوسکتا اور اس طرح وہ نجات سے محروم ہو گئے۔ اس مثال سے یہ بات اظہر من الشّمس ہو جاتی ہے کہ پیشگوئیوں میں آئندہ آنے والے مصلحین کے جو نام بتائے جاتے ہیں ان کو ہمیشہ ظاہر پر حمل کرنا سخت ہلاکت کی راہ ہے۔

پس ابن مریم کی پیشگوئی بھی اسی سنت الٰہیہ کے مطابق پوری ہوئی اور امت محمدیہ میں سے ایک ایسا فرد پیدا ہوا جس کا نام آسمان پر ابن مریم رکھا گیا''۔

(صفحہ/۲۱، ۲۳)

الجواب:

لعنت ہو جھوٹ بولنے والوں پر، نہ قرآن میں وفات ابن مریم کا تذکرہ ہے اور نہ

احادیث صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے، مجہول مصنف اور مرزائی جماعت ذخیرہ احادیث میں سے کوئی صحیح حدیث وفات ابن مریمؑ پر پیش نہیں کر سکتے، یہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔

اور جن احادیث میں حضرت ابن مریمؑ کا ذکر ہے اس سے وہی ابن مریمؑ مراد ہے جن کو اللہ تعالی نے یہود سے بچا کر زندہ آسمان پر اٹھایا اور قرب قیامت نازل ہوں گے۔ اس سے مراد مثیل ابن مریم ہرگز، ہرگز مراد نہیں یہ مرزائیوں کا اپنی طرف سے حدیث کا مطلب بیان کرنا ہے، کسی محدث نے ان احادیث کا یہ مطلب بیان نہیں کیا ہے۔ اگر واقعی اس سے وہی مراد ہوتا جو مرزائی پیش کرتے ہیں تو ہمیں بتلائے کہ یہ بات شارحین حدیث نے کیوں نہیں کی، کسی مستند شارح حدیث کا حوالہ پیش کرو کہ جس نے نزول ابن مریمؑ والی احادیث سے وہی مطلب مراد لیا ہو جو تم نے لیا ہے، قیامت کی صبح تک پیش نہیں کر سکتے۔

اور ''وامامکم منکم'' کا مطلب بھی مرزائی نہیں سمجھے یا پھر قصدا ایسے کرتے ہیں اپنے مدعی کو ثابت کرنے کے لئے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ''ابن مریمؑ تم میں آئے گا وہ تمہارا امام ہوگا اور وہ تم میں سے ہوگا'' بلکہ اس کا مطلب یہ ہے حضرت عیسیٰؑ آسمان سے نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا یعنی حضرت امام مہدی تمہارے امام ہوں گے اور حضرت عیسیٰؑ باوجود پیغمبر ہونے کے امام مہدی کی اقتداء کریں گے۔ مذکورہ عبارت میں ابن مریمؑ کی امامت کی تعین نہیں بلکہ امام مہدی کی امامت کا تعین ہے۔ بالفرض اگر وہی مطلب لیا جائے جو مرزائی نے لیا ہے تو ہمیں مذکورہ عبارت کی متصل ماقبل والی اس عبارت کا مطلب بتلائے۔ ''اذا نزل فیکم ابن مریم من السماء'' یعنی ابن مریمؑ جب تم میں آسمان سے نازل ہوں گے۔ اس عبارت میں من السماء کا قید بھی موجود ہے کہ وہ آسمان سے نازل ہوں گے پھر اس کا مطلب مرزائی کیا لیں گے۔

بالفرض والمحال اگر مذکورہ عبارت کا وہی مطلب لیا جائے جو مرزائی نے لیا ہے تو مرزائی بتائیں کہ مرزا غلام احمد حضرت مسیحؑ کے ساتھ کس طرح مماثلت رکھتے ہیں کن صفات میں؟ باقی صفات پر تو بعد میں بحث ہوگی پہلے یہ بتائیں مذکورہ حدیث ''**وامامکم منکم**'' میں بقول آپ کے مثیل ابن مریم وہ تمہارے امام ہوں گے، پہلے امامت کا مطلب بیان کریں کہ کس طرح امامت کریں گے اور کس کے کریں گے اور اس جماعت میں کتنے لوگ شریک ہوں گے اور اس کی کیفیت کیا ہوگی؟

بالفرض والمحال مرزا مثیل ابن مریم ہے تو کن صفات میں مماثلت ہیں حضرت مسیحؑ کی بڑی صفت یہ تھی کہ اللہ نے ان کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا جب کہ مرزا کا باپ ہے، اس کے علاوہ اور بھی ایسی صفات ہیں جو مسیح ابن مریمؑ میں تھے لیکن مرزا میں بالکل نہیں تھے، ان کا کیا بنے گا؟

رہی بات سنت الہیہ کی کہ جب کبھی کسی نبی کے متعلق اس کی آمد ثانی کی پیشگوئی کی جاتی ہے تو اس سے مراد ہرگز یہ نہیں کہ وہ خود دوبارہ آئیں گے، تو یہ بات بالکل غلط ہے اور خود مجہول مصنف کی اپنی بات سے تضاد ہے، اس سے پہلے مصنف کی عبارت جو دوسرے شبہ کے جواب میں لکھ چکا ہے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے جو فرمایا ہے اس کے خلاف نہیں کرسکتا، اب اگر اللہ تعالی کسی پیغمبر کے متعلق فرمائے کہ دوبارہ یہی پیغمبر آئے گا تو اس سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ اس کا مثیل آئے گا کیونکہ اگر ایسا ہوا تو اللہ تعالی کے کلام خلاف واقع ہوگا اور ایسا محال ہے۔ لہذا یہ مرزائی منطق ہے کہ پیشگوئی سے مثیل مراد ہوگا۔ چونکہ اللہ تعالی حضرت عیسیٰؑ کو زندہ آسمان پر اٹھالیا اب قرب قیامت دوبارہ نازل ہوں گے اس کی خبر اللہ نے ہمیں اپنے کلام میں دیا اب اگر اس سے مراد مثیل مراد لیا جائے تو اللہ تعالی کا کلام خلاف واقع ہوگا جو کہ محال

ہے، کیونکہ مثیل ابن مریم کا خبر اللہ نے کہیں بھی نہیں دیا اور نہ اسلامی تعلیمات سے یہ ثابت ہے کہ پیشگوئی سے مثیل مراد ہوگا۔ انجیل کی عبارت اس بات کی اثبات کے لئے ہرگز کافی نہیں۔ مرزائیوں کو اسلام میں ایسی مثال نہیں ملتی تو انجیل کی طرف جاتے ہیں جو کہ محرف ہے۔
لکھتے ہیں کہ:

''**چوتھا شبہ:**۔ ایک شبہ یہ پیش کیا جاتا ہے کہ قرآن کریم میں صرف عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ ذکر ہے کہ

''بل رفعه الله إليه (النساء : ۱۵۹)
کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو اپنی طرف اٹھالیا۔ لہذا ثابت ہوا کہ عیسیٰ آسمان پر اٹھالئے گئے اور وہ زندہ ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق رفع کا لفظ آتا ہے مگر سوال تو یہ ہے کہ کس طرح اور کس طرف رفع ہوا۔ قرآن شریف کے الفاظ یہ ہیں:۔

''بل رفعه الله إليه (النساء : ۱۵۹)
یعنی اللہ تعالیٰ نے مسیحؑ کو اپنی طرف اٹھالیا۔ اب اگر خدا کی طرف اٹھائے جانے کے معنے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے کئے جائیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا خدا تعالیٰ آسمان تک محدود ہے۔ کیا اسلامی تعلیم کی رو سے خدا ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں! کیا وہ زمین پر موجود نہیں؟ تو جب خدا ہر جگہ موجود ہے تو مسیح کے رفع الی اللہ کا معنی یہ ہوا کہ وہ خدا کا مقرب بندہ تھا اور اس کی روح کا خدا کے ساتھ تعلق تھا۔ نہ یہ کہ وہ آسمان پر چلا گیا۔ تمام مقربان الٰہی آسمان کی ہی طرف اٹھائے جاتے ہیں اس میں مسیحؑ کی کوئی خصوصیت نہیں۔ یہ چند آیات اس معنی کو واضح کرتی ہیں:

۔

ا۔ ہر نیک انسان کو خدا تعالی کہتا ہے:۔

یاایتھا النفس المطمئنة ارجعي إلى ربك (الفجرات : ۲۸)
یعنی اے اطمینان یافتہ نفس تو اپنے خدا کی طرف لوٹ آ۔

۲۔ حضرت موسی کے زمانہ میں بلعم باعور کی نسبت فرمایا:۔

ولو شئنالرفعنه بها ولكنه أخلد إلى الأرض (الاعراف : ۱۷۷)
یعنی اگر تم چاہتے تو ان نشانوں کے ذریعہ اس کا رفع کرتے لیکن وہ تو خود زمین کی طرف جھک گیا۔

۳۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا۔ **انی ذاهب إلى ربي (سورة الصافات : ۱۰۰)**
یعنی میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں۔

۴۔ ہر مسلمان اس کلمہ سے واقف ہے۔

"انا لله وإنا إليه راجعون . رسورة البقره : ۱۵۷)
یعنی ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہم جائیں گے۔

ہاں کافروں اور بدکاروں کے متعلق ہے کہ ان کی ارواح آسمان پر نہیں جاسکتیں۔

ان الذين كذبوا بايتنا واستكبروا عنها لا تفتح لهم ابواب السماء (الاعراف :۴۱)

کہ مکذبوں اور متکبروں کیلئے آسمان کے دروازے نہیں کھلتے۔ اسی طرح حدیثوں میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں یہ دعا پڑھتے ''**وارفعنی**'' اے اللہ مجھے رفع عطا کر۔ الغرض یہ بات یقینی ہے کہ اللہ تعالے کے کلام میں اور نبیوں کی اصطلاح میں رفع سے مراد رفع روحانی ہوتا ہے نہ کہ رفع جسمانی اور ظاہر ہے کہ رفع روحانی میں مسیح ناصریؑ کی قطعا کوئی خصوصیت نہیں ہے باقی یہ بات جاننی

ضروری ہے کہ اس آیت میں مسیح کے رفع کا کیوں ذکر کیا گیا۔ تو آیت کے سیاق وسباق سے پتہ چلتا ہے کہ یہودیوں کے زعم میں مسیح صلیب پر مر گئے تھے اور توریت کی رو سے وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ جو نبی صلیب پر مرے وہ لعنتی اور جھوٹا ہوتا ہے لہذا اس کی روح ناپاک ہوتی ہے۔ اور اس کا خدا تعالی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور اس کا رفع نہیں ہوتا۔ اس طرح یہود مسیح کا نعوذ باللہ ملعون اور کاذب ہونا ثابت کرتے تھے ان کے اس دعوی کے جواب میں اللہ تعالے نے فرمایا:۔

"وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم۔۔۔۔۔۔۔

وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه" (سورہ النساء : ۱۵۸)

یہود نے نہ تو مسیح کو قتل کیا۔ اور نہ ہی صلیب پر لٹکا کر مارا بلکہ اصل میں واقعہ یہ ہوا کہ مسیح ان کی نظروں میں مشابہ بالمقتول والمصلوب بنا دیئے گئے۔۔۔ مگر وہ ہرگز مسیح کے مارنے پر قادر نہیں ہوئے بلکہ مسیح کو اللہ تعالی نے اپنی طرف اٹھالیا۔

یعنی اللہ تعالی نے ان کے جھوٹے عقیدہ اور غلط نتیجہ کا رد بیان کیا کہ تمہارا یہ خیال کر مسیح صلیب پر مرے لہذا ملعون ہوئے اور ان کا رفع الی اللہ نہیں ہوا۔ غلط ہے مسیح ہرگز ملعون ہو کر صلیب پر نہیں ہے بلکہ وہ طبعی موت سے مرے اور انکی روح خدا کے مقرب بندوں کی طرح عزت کے ساتھ اٹھائی گئی''۔

(صفحہ/ ۲۳، ۲۵)

الجواب:

اللہ تعالی ہر جگہ حاضر و ناظر ہے بے شک لیکن اس سے یہ کہا لازم آتا ہے کہ اللہ تعالی آسمان تک محدود ہے، کل کوئی قادیانی کہے کہ کیا اللہ تعالی کا معاذ اللہ ہاتھ ہیں کہ جو اللہ نے اس

کو اپنی طرف اٹھایا، لہذا اللہ تعالیٰ کا اپنی طرف اٹھانے سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ آسمان تک محدود ہے اور نہ اس کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ خود آ کر اٹھایا بلکہ کیفیت جس طرح بھی ہو ہمیں اس پر یقین اور ایمان لانا چاہیے۔

اب مجہول مصنف کا یہ قول کہ ''رفع اللہ کا معنی یہ ہوا کہ وہ خدا کا مقرب بندہ تھا اور اس کی روح کا خدا کے ساتھ تعلق تھا'' اب مجمل بات کہہ دی کوئی مرزائی اپنے اس عقیدہ کا اجمال ختم کریں کہ روح کا تعلق کب سے تھا؟ اگر رفع الی اللہ سے مراد روح کا تعلق تھا تو رفع کا کیا مطلب؟ لغت سے ثابت کریں کہ رفع اسی کو کہتے ہیں۔ اگر آپ کا مطلب یہ ہو کہ اس سے مراد حضرت عیسیٰؑ کی روح تھا یعنی روح کا رفع مراد ہے تو پھر آپ کا یہ عقیدہ باطل ہوگا کہ حضرت عیسیٰؑ وہاں سے زندہ بچ کر کشمیر آ گئے اور یہی وفات پا گئے، کیونکہ جب روح نہ تھا تو جسم کیسے آ سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نہ یہود نے حضرت عیسیٰؑ کو قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا۔۔۔اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھایا، اب غور کیجئے یہود کہتے تھے کہ ہم نے حضرت مسیحؑ کو قتل کیا اور صلیب پر چڑھایا، قتل کس کو کیا جاتا ہے روح کو یا جسم کو اور صلیب پر کس کو چڑھایا جاتا ہے روح کو یا جسم کو، ظاہر سی بات ہے جسم ہی کو قتل کیا جاتا ہے جب جسم کو قتل کیا جاتا ہے تو آگے جب اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اللہ نے اس کو اٹھایا اپنی طرف تو اس سے پھر کیسے روح مراد ہوگی؟ اور خود یہود روح کے قتل کے مدعی نہ تھی بلکہ جسم کے قتل کے مدعی تھے۔

یہود حضرت مسیحؑ کے جسم کے قتل اور صلب کے مدعی تھے، اللہ تعالیٰ نے اس کے ابطال کے لئے بل رفعہ اللہ فرمایا، یعنی تم غلط کہتے ہو کہ تم نے اس کے جسم کو قتل کیا، یا صلیب پر چڑھایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم کو صحیح وسالم آسمان پر اٹھایا، نیز اگر رفع سے رفع روح بمعنی موت

مراد ہے تو قتل اور صلب کی نفی سے کیا فائدہ؟ قتل اور صلب سے غرض موت ہی ہوتی ہے اور بل اضرابیہ کے مابعد کو بصیغہ ماضی لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ رفع الی السماء باعتبار ماقبل کے امر ماضی ہے۔ یعنی تمہارے قتل اور صلب سے پہلے ہی ہم نے ان کو آسمان پر اٹھالیا۔

باقی مرزائی نے بطور مثال جو آیات پیش کی ہیں یہ ان کی کم علمی اور جہالت پر دال ہیں۔ جس کو ''رَجعَ'' اور ''ذَھبَ'' اور ''رَفعَ'' میں فرق معلوم نہ ہو وہ بھی چلا ہے رفع میں تاویل کرنے۔ ع

برین عقل و دانش بباید گریست

جس جگہ لفظ رفع کا مفعول یا متعلق جسمانی شے ہوگی تو اس جگہ جسم کا رفع مراد ہوگا اور اگر رفع کا مفعول اور متعلق درجہ یا منزلہ یا مرتبہ یا امر معنوی ہو تو اس وقت رفع مرتبت اور بلندی رتبہ کے معنی مراد ہوں گے۔ جیسے اس کی مثالیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔

واقعہ صلیب اور مرزائی تضاد:

لکھتے ہیں کہ:

'' **واقعہ صلیب۔** یہاں مجمل طور پر ہم عرض کئے دیتے ہیں کہ واقعہ صلیب کے متعلق بہت سا اختلاف چلا آتا ہے۔

(۱) یہود کہتے ہیں میں صلیب پر مرے تھے لہذا وہ جھوٹے تھے۔

(۲) عیسائی کہتے ہیں واقعی مسیح صلیب پر مرے لیکن وہ دنیا کی نجات کے لئے کفّارہ ہوئے اور وہ سچے تھے بلکہ خدا تھے۔

(۳) عام مسلمان کہتے ہیں کہ جب مسیح صلیب کے کمرہ میں لیجائے گئے خدا نے ان کو صحیح سالم آسمان پر اٹھالیا۔ اور ایک دوسرا شخص مسیح کا ہم شکل بنایا گیا۔ اور یہود

نے اس کوصلیب پر ماردیا۔اور مسیحؑ صلیب سے دوچار ہی نہیں ہوئے۔

(۴) لیکن جماعت احمدیہ کا عقیدہ از روئے قرآن یہ ہے کہ مسیح بیشک صلیب پر لٹکائے گئےلیکن خدا تعالی نے اپنی قدرت کاملہ سے ان کوصلیب سے زندہ بچالیا ۔یہودی سمجھے کہ مسیح مر گئے اوران کی لاش شاگردوں کے حوالہ کردی گئی۔حالانکہ اس وقت ان کی حالت مقتول اورمصلوب کے مشابہ ہوگئی تھی۔شاگردان کو لے گئے اوران کا علاج معالجہ کیا۔اللہ تعالی نے ان کوشفادی۔اور پھرآپ ہجرت کر کے براستہ افغانستان کشمیر پہنچے اورایک سوبیس سال کی عمر میں اپنی طبعی موت سے وفات پائی اوران کی قبر کشمیر سری نگر محلہ خانیار میں موجود ہے اس کے دلائل دیکھنے ہوں توحضرت مسیح موعودعلیہ اسلام کی کتاب ''مسیح ہندوستان'' میں میں ملاحظہ کیجئے ''۔

(صفحہ ۲۵، ۲۶)

الجواب:

پہلے اس مخبوط الذہن مصنف کی تضاد دیکھوایک صفحہ کے بعد اپنی لکھی ہوئی بات بھول جاتا ہے۔چنانچہ اس سے پہلے انہوں نے ''وما قتلوہ وما صلبوہ۔۔۔الخ الآیۃ'' کے تحت یہ لکھا ہے کہ ''یہود نے نہ تو مسیحؑ کوقتل کیا اور نہ ہی صلیب پر لٹکا کر مارا'' اب یہاں اپنا عقیدہ یوں بیان کررہا ہے کہ ''جماعت احمدیہ (قادیانی) کا عقیدہ از روئے قرآن یہ ہے کہ مسیحؑ بیشک صلیب پر لٹکائے گئے'' ماقبل عبارت میں صلیب پر لٹکانے کی نفی ہے جبکہ دوسری عبارت میں اثبات ہے۔اب ذرا مرزائیوں کا دھوکہ دیکھے کہتے ہیں ہمارا عقیدہ از روئے قرآن یہ ہے، جبکہ ماقبل قرآن سے آیت پیش کرکے اس کا ترجمہ صلیب پر نفی کی، کی ہے اور پھر اپنا عقیدہ

صلیب پر لٹکانے کے کی ہے۔ ع

آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا

لکھتے ہیں کہ:

’’**پانچواں شبہ:**۔ایک شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ حدیثوں میں مسیح کی آمد ثانی کے متعلق نزول کا لفظ استعمال ہوا ہے لہذا نزول تب ہی ثابت ہوسکتا ہے جبکہ مانا جائے کہ مسیح آسمان پر موجود ہیں۔اس کا جواب یہ ہے کہ کسی صحیح حدیث میں حضرت عیسی کے متعلق آسمان یا زندہ کا لفظ ہرگز نہیں پایا جاتا۔

بلکہ بانی جماعت احمدیہ کا چیلنج دنیا میں شائع ہو چکا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک بھی مرفوع متصل صحیح حدیث ایسی پیش کرے جس میں مسیح کے متعلق زندہ آسمان پر جانے یا زندہ آسمان سے اترنے کے الفاظ نبی کریم صل اللہ علیہ سلم نے فرمائے ہوں تو اسے انعام دیا جائے گا اور آج تک اس چیلنج کو کوئی نہیں توڑ سکا۔

لہذا خواہ مخواہ نزول کے ساتھ آسمان یا زندہ کے الفاظ جوڑنا محض دھینگا مشتی ہے۔ ہاں بے شک نزول کا لفظ موجود ہے لیکن نزول عربی زبان کا لفظ ہے۔قرآن، احادیث ،لغت عرب میں ہرگز اس کا مفہوم آسمان سے اترنا نہیں لیا جاتا، بلکہ کبھی تو اعزاز کے لئے مہمان پر نزیل کا اطلاق کیا جاتا ہے۔اور اکثر ہر وہ چیز جو خدا تعالی کے حکم سے زمین پر پیدا ہو اس پر بھی نزول کا لفظ بولا جاتا ہے خود قرآن شریف میں اللہ تعالی فرماتا ہے:۔

(۱) قد أنزل الله إليكم ذكرا رسولا ۔ (الطلاق آیت : ۱۱)

یعنی اللہ تعالی نے تمہاری طرف یاد کرانے والا رسول بھیجا ہے۔

اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نزول کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

ہر کوئی جانتا ہے کہ آپ کا جسم آسمان سے نہیں اتراء

(۲) وانزلنا الحدید (سورۃ الحدید : ۲۶)

یعنی ہم نے لوہا اتارا۔ حالانکہ لوہا کانوں سے نکلتا ہے۔

(۳) قد انزلنا علیکم لباسا۔ (سورہ الاعراف : ۲۷)

یعنی ہم نے تم پر لباس اتارا۔

اس آیت میں لباس کے متعلق نزول کا لفظ استعمال ہوا۔ حالانکہ لباس تو روئی وغیرہ سے زمین پر تیار کیا جاتا ہے۔

(۴)أنزل لکم من الأنعام . (سورۃ الزمر ۷)

یعنی خدا نے تم پر چار پائے اتارے۔

حالانکہ گھوڑے گدھے بیل سب زمین پر پیدا ہوتے ہیں۔ پس ان تمام آیات سے ظاہر ہے کہ جو چیز خدا تعالے کے آسمانی حکم سے زمین پر پیدا ہو۔ اس پر نزول کا اطلاق ہوتا ہے۔ پس لفظ نزول سے یہ نتیجہ نکالنا کہ مسیح آسمان سے نازل ہوں گے سخت غلط راہ ہے جس سے ہر عقلمند کو پرہیز لازم ہے۔''

(صفحہ/۲۶، ۲۸)

الجواب:

حدیث ملاحظہ فرمائیں:

'' عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم من السماء وامامکم منکم'' (کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص/۳۰۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیسا ہوگا کہ جب عیسی بن مریمؑ تم میں آسمان سے نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا (یعنی امام مہدی)

اس حدیث میں ''نزل'' کا لفظ موجود ہے اور ساتھ ''من السماء'' بھی موجود ہے۔اب مرزائی کا چیلنج اس کے منہ پر پڑ گئی، ہمیں صحیح حدیث کی طرف جانے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ جب قرآن مجید نے اس مسئلہ کو حل کیا تو حدیث شریف میں اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے متعلق کچھ نہ فرماتے بھی ہمارا یقین قرآن مجید پر تھا اور جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مسئلہ کو اپنے قول سے اور مزین کر کے بیان کیا اب تو نور علی نور اور مسئلہ اظہر من الشّمس ہو گیا۔لہذا مرزا کا ایسے ہوائی فائر کسی کام کے نہیں بجز اپنے مقلدین کے دل بہلانے کے۔

اس کے مقابلہ میں ایک چیلنج ہمارا بھی سنو! مرزا تو اب جہنم میں اپنے کیئے کا عذاب کاٹ رہا ہے اب جو مرزائی زندہ ہے اور آنے والے مرزائی نسل ان سب کو تا قیامت یہ چیلنج ہے کہ وہ قرآن اور احادیث صحیحہ یا اجماع علماء امت سے ایک قول ایسا پیش کریں جس میں حضرت مسیح ابن مریمؑ کے بارے میں ہو کہ وہ آسمان پر زندہ موجود نہیں ہے اور آسمان سے ان کا نزول نہیں ہوگا، یا یہ کہ ابن مریمؑ وفات پا چکے ہیں۔**فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار**

اگر ''نزول'' سے ہرگز آسمان سے اترنا مراد نہیں لیا جاتا تو پھر اس کا کیا مطلب جو قرآن میں اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کے بارے میں کئی جگہیں ارشاد فرمایا ہے کہ ''**انا انزلنه قرآن عربیا لعلکم تعقلون**'' اور اسی طرح ''**انا انزلنه فی لیلة القدر**'' اسی طرح ''**شهر رمضان الذین انزل فیه القرآن**'' اس جیسے آیات سے کیا مراد لیا جائے گا کہ آسمان سے اترا یا نہیں اگر جواب اثبات میں ہے تو آپ کا یہ دعوی غلط ہے کہ

''نزول'' سے مراد آسمان سے اترنا ہرگز نہیں۔اور اگر جواب نفی میں ہے تو پھر بتلائیں قرآن کہا سے نازل ہوا۔

لہذا نزول کا اور معانی بھی ہے، جب حضرت عیسیٰؑ کے لئے بولا جاتا ہے تو وہاں ''من السماء'' کا قید ہوتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان ہی سے نازل ہوں گے۔ بالفاظ دیگر ''نزول'' جنس ہے کئی انواع کو شامل ہے جب حضرت عیسیٰؑ کے لئے بولا جاتا ہے تو ''من السماء'' کے الفاظ موجود ہوتے ہیں، پس بقرینہ رفع ونزول عیسیٰؑ دیگر معانی سے خارج ہوگا۔

لکھتے ہیں کہ:

'' **چھٹا شبہ:**۔ایک شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ اگر بشر آسمان پر نہیں جا سکتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات کس طرح آسمان پر پہنچ گئے اس کے جواب میں یادرکھنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج جسم عنصری کے ساتھ نہیں ہوا تھا بلکہ وہ نہایت لطیف قسم کا کشف تھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا۔ آپ کا مادی جسم ہرگز آسمان پر نہیں لے جایا گیا۔دلائل ملاحظہ ہوں:۔

۱۔اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر جا سکتے تھے تو آپ نے کفار مکہ کو یہ جواب کیوں دی کہ ''هل كنت الا بشرا رسولا۔ (بنی اسرائیل: ۹۴) ۔کہ میں بشر رسول ہوں آسمان پر نہیں جا سکتا۔

۲۔جس سورت میں معراج کا ذکر ہے وہاں اللہ تعالی نے تصریح کر دی ہے کہ معراج ایک رؤیا تھی۔یعنی ایک کشف تھا جو آپ کو دکھلایا گیا۔اللہ تعالی فرماتا ہے :۔وماجعلنا الرؤيا التي اريناك الافتنة للنّاس'' (بنی اسرائیل

(۶۱)

یعنی ہم نے جو رؤیا تجھے دکھلائی ہے وہ لوگوں کے لئے ایک امتحان کے طور پر ہے۔

۳۔ پھر حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں۔ خدا کی قسم حضور کا جسم زمین سے جدا نہیں ہوا تھا۔ (الکشاف از علامہ محمود بن عمر زمخشری ص/ ۸ ۳ ۴ تحت زیر آیت سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا)۔

۴۔ پھر بخاری جو حدیث کی کتابوں میں مسلمہ طور پر صحت کے لحاظ سے اول نمبر پر ہے اس میں لکھا ہے:۔

ثم استیقظ وھو فی المسجد الحرام

یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں یہ سب نظارے دیکھنے کے بعد بیدار ہو گئے۔ اور اس وقت آپ مسجد حرام میں تھے؟

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ معراج ایک نہایت لطیف رؤیا تھا جو بصورت کشف دکھایا گیا۔ نہ کہ بصورت جسم عنصری۔ وھوالمراد

(صفحہ/ ۲۸، ۲۹)

الجواب:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج جسم عنصری کے ساتھ ہوا تھا نہ کہ کشف کے ذریعے تمام صحابہ کرام اور سلف صالحین کا یہی عقیدہ ہیں، صرف دو تین صحابہ اور تابعین سے نقل کیا جاتا ہے کہ یہ سیر روحانی تھی یا کوئی عجیب وغریب خواب لیکن صحیح یہی ہے کہ اسراء ومعراج کا تمام واقعہ بحالت بیداری اسی جسد شریف کے ساتھ ہوا۔

پہلی دلیل جو پیش کیا گیا ہے اس میں فرمایا کہ میں تو ایک بشر ہوں، اور صحیح ہے کہ کوئی بشر

آسمان تک نہیں جانا سکتا مگر جس کو اللہ تعالی چاہے آسمانوں کا سیر کرا دیتا ہے جیسا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور اسی کو تو معجزہ کہتے ہیں، معراج تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ تھا، چونکہ اللہ تعالی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت باقی انبیاء پر ظاہر کرنا تھا اس لئے اسی جسد کے ساتھ ایک ہی رات میں معراج کا سفر کرایا۔ اور اسی طرح جس کو اللہ تعالی چاہے اپنی طرف اٹھائیں۔

اور دوسری دلیل میں مجہول مرزائی نے لفظ ''رؤیا'' سے کشف مراد لیا ہے یہ مرزائی کی جہالت ہیں۔ رؤیا کا معنی دکھلانا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا دکھلایا گیا اس میں مختلف تفاسیر مفسرین نے بیان فرمائے ہیں۔ علامہ خازنؒ فرماتے ہیں کہ اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مراج کی رات جو عجائب وغرائب اور نشانیاں دیکھی وہی مراد ہیں۔ اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ دکھلانے سے مراد وہی دکھلانا ہے جو معراج کی رات بیت المقدس تک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو دیکھا۔ اور بعض نے اس سے مراد یہ لیا ہے کہ یہاں دکھلانے سے وہ خواب مراد ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ کے سال دیکھا تھا۔ اور علامہ خازنؒ نے اس آیت کے ذیل میں اس بات کی بھی تردید کر دی کہ جو بعض کہتے ہیں کہ یہ سفر روح کے ساتھ ہوا نہ کہ جسد کے ساتھ فرماتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے۔

(تفسیر خازن بحث زیر آیت مذکورہ)

بہر حال پہلا قول اولی ہے کہ مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج کی رات جو عجائب وغرائب قدرت کی نشانیاں دیکھی وہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا تھا اور نہ آئندہ دیکھ سکے گا۔

تیسری دلیل جو حضرت عائشہؓ سے مروی پیش کیا گیا ہے اس کی کچھ حقیقت نہیں، اولاً اس لئے اس کا مرکزی راوی محمد بن اسحاق ہے جو کذاب تھا اور یہاں تک امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ وہ دجالوں میں ایک دجال تھا۔ (ملاحظہ فرمائیں: میزان الاعتدال ج/ ۳ ص/۲۱، تہذیب

التہذیب ج/۱ص/۴۱۱، تاریخ بغداد ج/۱ص/۲۲۷)

ثانیاً: معراج کے وقت حضرت عائشہؓ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقد نہیں ہوا تھا۔ بلکہ کیا بعید ولادت بھی نہ ہوئی ہو۔ (شفاء قاضی عیاض ص/۸۹ بحوالہ ضوء السراج فی تحقیق معراج ص/۷۶)

چوتھی دلیل جو بخاری شریف سے پیش کیا ہے، اس جاگنے سے مراد وہ جاگنا ہے جو پہلے مسجد حرام میں واقع ہوا تھا، جب کہ حضرت جبریلؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لینے آئے تھے، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے اور پھر یہ واقعہ معراج عمل میں آیا۔ کسی راوی نے اس جاگنے کا یہ جزء آخر میں بیان کر دیا جس سے یہ وہم ہونے لگا کہ شاید یہ واقعہ خواب کا ہو۔ آیئے دیکھیں کہ اس حدیث کی روایات میں کوئی ایسا راوی تو نہیں جو تقدم و تاخر کا مرتکب ہوتا ہو، صحیح بخاری کتاب التوحید میں ''**فاستیقظ**'' کی روایت کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر جاگ پڑے شریک بن عبداللہؒ کی روایت سے مروی ہے (بخاری جلد/ ۲ ص/ ۱۱۲۰) اور شریک بن عبداللہ تقدم و تاخر کے مرتکب ہوا ہے، صحیح مسلم کے متن میں واقعہ معراج میں ہی امام مسلم کی یہ تصریح موجود ہے:

''**قدم فيه شيئا و اخّر و زاد و نقص**''

ترجمہ: شریک نے مضمون کو آگے پیچھے کر دیا ہے اور کمی بیشی کا مرتکب ہوا ہے۔

اور حافظ ابن کثیرؒ نے تو شریک بن عبداللہؒ کی روایت میں ''**ثم استيقظت**'' کے الفاظ کو ان کی اغلاط میں شمار کیا ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج/ ۴ ص/ ۱۱۴)

ثانیاً: اگر اس جاگنے کو آخری احوال پر محمول کیا جائے تو اس سے وہ جاگنا مراد ہوگا جو سیر معراج سے واپسی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھر سو جانے کے بعد حسب معمول ظہور پر آیا، جیسا

کہ علامہ قرطبیؒ نے اس کی تصریح کی ہے۔

(البدایہ والنہایہ جلد/ ۳ ص/ ۱۱۴ بحوالہ عبقات جلد/ ۱ ص/ ۸۷، ۸۸)

لکھتے ہیں کہ:

''**ساتواں شعبہ:**۔ایک شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی والدہ کا نام تو مریم نہ تھا۔پس آپ ابن مریم نہ ہوئے۔اس کا جواب یہ ہے:۔

۱۔کہ ابن مریم حضرت عیسی کا ایک لقب اور نام تھا وہی لقب اور نام استعارةً حضرت مسیح موعود کو دیا گیا اس لئے کہ آپ میں حضرت عیسیٰؑ کی صفات پائی گئیں اور عربی زبان کا یہ قاعدہ ہے کہ ادفی مناسبت کی بناء بعض کو بعض کا نام دیا جاتا ہے بخاری شریف میں ہے کہ کفار مکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کو موحد سمجھ کر ابن ابی کبشہ کا لقب دیتے تھے حالانکہ ان کو یقین تھا کہ آپ ابی کبشہ کے بیٹے نہیں ۔ان کا مطلب یہ تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں باتوں کا پرچار کرتے ہیں جو پہلے زمانہ میں ابی کبشہ ایک موحد شخص کیا کرتا تھا۔

۲۔دوسری حکمت یہ ہے کہ جس طرح مسیح ابن مریم ناصریؑ موسوی سلسلہ کے خاتم الخلفاء تھے اسی طرح محمدی مسیح محمدی سلسلہ کا خاتم الخلفاء تھا اس لئے وہی نام ان کو دیا گیا۔

۳۔تیسری حکمت یہ ہے کہ چونکہ آخری زمانہ کے موعود کا ایک بڑا کام یہ تھا کہ وہ صلیبی مذہب کے زور کو توڑے گا اس لئے حضرت عیسیٰؑ کی مماثلت میں آنے والے کا نام عیسی اور ابن مریم رکھا گیا۔

حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں: ؎

چوں مرا حکم از پئے قوم مسیحی دادہ اند

مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

(صفحہ/۲۹، ۳۰)

الجواب:

لو جی! اس کو کہتے ہیں گلو خلاصی جواب سے جان چھڑانا۔ جتنے جوابات دیا ہے ان کو کون تسلیم کرتا ہے؟ نہ ہم تسلیم کرتے ہیں اور نہ یہودی اور نہ عیسائی۔ جس کو تم نے بنایا ہے اس کو ہم کیوں تسلیم کریں اور نہ اس پر کوئی ثبوت ہے، آپ چاہو تو مرزا کو خدا تسلیم کرو ہمیں اس سے کیا سروکار، اور مرزا کو محمدی سلسلہ کا خاتم الخلفاء تم مانتے ہو ہم نہیں۔ اور مرزا نے مسیحی زور کو بھی نہیں توڑا پھر کس طرح آپ علیہ اللعنۃ مثیل عیسی بن سکتے ہیں؟ کس چیز میں حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ مماثلت رکھتے ہو ذرا وہ تو بتلائے۔ ع

جب چیرا تو خون کا ایک قطرہ بھی نہ نکلا

لہذا یہ سارے مرزائی ڈھکوسلے ہیں جس کا ہمارے نزدیک کچھ اہمیت نہیں۔ نہ ان کے پاس کوئی ٹھوس حوالہ ہے اس پر اور نہ قیامت کی صبح تک وہ حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ مماثلت ثابت کر سکتے ہیں۔

مسئلہ وفات مسیحؑ کے بارے میں مرزا کا ایک جھوٹی پیشگوئی:

لکھتے ہیں کہ:

''**مسئلہ وفات مسیحؑ کے متعلق ایک پیشگوئی:** اب ہم نو (۹) قرانی آیات اور چار احادیث اور پانچ شہادات اکابر امت کے پیش کرنے کے بعد اور چند شبہات کے ازالہ کے بعد اسی مضمون کو ختم کرتے ہیں۔ اللہ تعالی پڑھنے والوں کو اور

خاکسار کو اس سے نفع عطا کرے۔آمین

اور آخر میں حضرت مرزا صاحب بانی سلسلہ احمدیہ کی ایک پیشگوئی مسئلہ وفات سے کے متعلق درج کرتے ہیں۔آپ فرماتے ہیں:۔

مسیح موعود کا آسمان سے اترنا محض جھوٹا خیال ہے یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اترے گا ہمارے سب مخالف جواب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسی بن مریمؑ کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔اور پھر ان کے اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسی بن مریمؑ کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔اور پھر اولاد کے اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمانے سے اترتے نہیں دیکھے گی۔تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گذر گیا۔اور دنیا دوسرے رنگ میں آ گئی مگر مریم کا بیٹا اب تک آسمان سے نہیں اترا۔تب دانشمند یک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے۔اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسی کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے۔اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا ،میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔(تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد ۲۰ ص/۶۷)''۔

(صفحہ ۳۰، ۳۱)

الجواب:

یہ مرزا کی ایک جھوٹی پیشگوئی ہے ویسے تو انہوں نے بہت سے جھوٹی پیشگوئی کی ہیں جس

میں سے ایک مجہول مصنف نے پیش کیا ہے۔ مرزا کے دیگر جھوٹی پیشگوئیوں میں سے یہ بھی ایک جھوٹا پیشگوئی ہے جو نہ پورا ہوا اور نہ ہوگا۔ اس جیسے جھوٹے پیشگوئیوں کے لئے مرزا کو کیا سے کیا سہنا پڑا اس کی تفصیل ''رئیس قادیان از مولانا رفیق دلاوریؒ صاحب'' کی کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔

ختم شد جواب

باب دوم فی الدلائل

اس باب میں حیات ابن مریمؑ پر دلائل پیش ہوں گے۔اور اس میں چار فصلیں ہیں۔

فصل اول حیات ابن مریمؑ از قرآن کریم:

پہلی دلیل:

’’ وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ‘‘ (سورۃ النساء آیت/۱۵۷ ، ۱۵۸)

ترجمہ:اور اس (حضرت عیسیٰؑ) کو قتل نہیں کیا بے شک بلکہ اس کو اٹھالیا اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف۔

یہودیوں کی جانب سے محاصرہ کے بعد حضرت عیسیٰؑ سے ان کے زندہ رفع جسمانی کا جو وعدۂ خداوندی ہوا تھا، اس کے پورے ہونے کی اطلاع مذکورہ بالا آیات کریمہ میں دی گئی ہے۔

رفع کا لغوی معنی اوپر اٹھانا، المصباح المنیر میں مذکور ہے:

’’فالرفع فی الاجسام حقیقۃ فی الحرکۃ والانتقال وفی المعانی محمول علی مایقتضیہ المقام‘‘(بحوالہ آئینہ قادیانیت)

ترجمہ: لفظ رفع جسموں کے متعلق حقیقی معنی کی رو سے حرکت اور انتقال کے لئے ہوتا ہے، اور معانی کے متعلق جیسا موقع ومقام ہو ویسی مراد ہوتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ لفظ رفع کا حقیقی و وضعی معنی اجسام کے متعلق ،حرکت اور اٹھانا ہے۔اور چونکہ آیت میں مذکور’’قتلوہ‘‘ اور’’ رفعہ اللہ‘‘ کا ’’ہ‘‘ ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰؑ ہے تو

لامحالہ یہاں جسم کا اٹھائے جانا مراد ہے، اس لئے کہ قتل جسم ہی ہوتا ہے نہ کہ روح اور یہود بھی جسم کے قتل کی مدعی تھی اور اللہ تعالیٰ بھی یہود کے جسمانی قتل کی نفی فرمارہے ہے نہ کہ روح کی اس لئے جب مدعی جسمانی قتل کے ہوئے تو رد بھی اسی کا ہی ہوتا ہے۔

قاضی بیضاویؒ مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

"(بل رفعه الله اليه) رد وانكار لقتله واثبات لرفعه" (تفسير بيضاوى)

کہ اس آیت میں یہود کے رد اور قتل کرنے کا انکار ہے اور حضرت عیسیٰؑ کو اٹھانے کا ثبوت ہے۔

تفسیر خازن میں مذکور ہے کہ:

"والمعنى انهم لم يقتلوا عيسى ولم يصلبوه ولكن الله عزوجل رفعه اليه"

کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے عیسیٰؑ کو قتل نہیں کیا اور نہ صلیب دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھایا۔

تفسیر تنویر المقباس میں مذکورہ ہے کہ:

"(بل رفعه الله اليه) الى السماء"

یہاں پر "الیہ" میں "ہ" ضمیر کا مرجع بتادیا کہ "ہ" ضمیر کا مرجع آسمان ہے، یعنی آسمان کی طرف اٹھایا۔

دوسری دلیل:

"وانه لعلم للساعة فلا تمترن بها واتبعون هذا صراط

مستقیم ولا یصدنکم الشیطن انه لکم عدو مبین''

(الزخرف /٦)

ترجمہ: اور بے شک وہ (حضرت عیسیٰؑ) نشان ہے قیامت کا سو اس میں شک مت کرو اور میرا کہنا مانو یہی سیدھی راہ ہے اور ہرگز نہ روکے تم کو شیطان وہ تمہارا کھلا دشمن ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے حضرت عیسیٰؑ کے متعلق فرمایا اور وہ بھی تاکید کے ساتھ کہ حضرت عیسیٰؑ قیامت کی نشانی ہے اور اس میں ہرگز کوئی شک نہ کریں اور فرمایا کہ شیطان تمہیں نہ روکے یعنی کہ اس بات کہ حضرت مسیحؑ وفات پا گیا ہے یا کسی بھی طریقے سے تمہارے دل میں شبہات ڈالیں اس میں ہرگز نہ آنا، میرا کہنا مانو اس یہی سیدھی راہ ہے۔ اور شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔

پس اس آیت کی رو سے معلوم ہوا کہ مرزائی شیطان ہیں وہ لوگوں کے دلوں میں شبہات ڈالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ انتقال کر گئے ہیں حالانکہ ایسا کچھ نہیں، ہمیں اللہ تعالی نے پہلے سے متنبہ کیا ہیں اور فرمایا کہ شیطان کا کہنا نہ ماننا میرا کہنا مانو یہی ہدایت کا راستہ ہے۔

''ہ'' ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰؑ ہے جیسا امام فخر الدین رازیؒ نے اس کی تعیین کی ہیں:

''وانه ای عیسی لعلم للساعة ''(تفسیر کبیر جلد/۲۷ص/۲۲۲ بحواله توضیح المرام)

اور اس کے علاوہ دیگر مفسرین کرام کا بھی یہی مسلک ہے کہ اس سے مراد حضرت عیسیٰؑ کی نزول ہے۔ فلیراجع الیهم

تیسری دلیل:

''اذ قال الله یعیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیک وعلی والدتک اذ ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی المهد وکهلا'' (سورة المائده/۱۱۰)

ترجمہ: جب کہے گا اللہ اے عیسی مریم کے بیٹے یاد کر میرا احسان جو ہوا ہے تجھ پر اور تیری ماں پر جب مدد کی میں نے تیری روح پاک سے تو کلام کرتا تھا لوگوں سے گود میں اور بڑی عمر میں۔ (ترجمہ شیخ الہند)

علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ:

''وکهلا یفید نزوله قبل الساعة لانه رفع قبل الکهولة کما سبق فی آل عمران'' (تفسیر جلالین)

ترجمہ: اور بڑے عمر میں، یہ آیت اس بات کا فائدہ دے رہا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا نزول قیامت سے پہلے ہوگا اس لئے کہ ان کو اٹھایا گیا بڑے عمر سے پہلے جیسا کہ سورۃ آل عمران میں گزر گیا۔

علامہ قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ:

''وبه استدل علی انه سینزل فانه رفع قبل ان یتکهل'' (التفسیر البیضاوی)

ترجمہ: اور اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے اس بات پر کہ حضرت عیسیٰؑ عنقریب نازل ہوں گے اس لئے ان کو بڑے عمر سے پہلے اٹھایا گیا ہے۔

اس آیت سے اور مفسرین کرام کے اقوال سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ قیامت سے پہلے نازل ہوں گے اور لوگوں سے بات کریں گے۔

فصل دوم حیات ابن مریمؑ از احادیث صحیحہ:

پہلی دلیل:

’’عن النواس بن السمعان قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا بعث الله المسیح بن مریم فینزل عند المنارة البیضاء شرقی دمشق بین مهر وذتین واضعا کفیه علی اجنحه ملکین ۔۔۔الخ فیبطله حتی یدرکه بباب لد فیقتله‘‘ (مسلم شریف ج/۲ص/۴۰۱)

ترجمہ: حضرت نواس بن سمعانؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ کو مبعوث فرمائیں گے تو دمشق کے جامع مسجد کے سفید مشرقی مینار پر اتریں گے وہ دو زرد چادریں پہنے ہوں گے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو دو فرشتوں کے بازوؤں پر رکھے ہوئے ہوں گے ۔۔۔الخ پھر وہ دجال کی تلاش میں نکلیں گے تا آنکہ اسے باب لد کے مقام پر پائیں گے پھر اسے قتل کریں گے۔

دوسری دلیل:

’’عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم من السماء وامامکم منکم‘‘ (کتاب الاسماء والصفات ص/۳۰۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری خوشی

کا اس وقت کیا حال ہوگا، جب کہ عیسیٰ بن مریمؑ تم میں آسمان سے نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔

تیسری دلیل:

”عن الحسن (مرسلا) قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم للیهود ان عیسی لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیمة“ (اخرجه ابن کثیر فی تفسیر آل عمران جلد/اص/۳۶۶)

ترجمہ: امام حسن بصریؒ سے مرسلا روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود سے فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ ابھی تک نہیں مرے، زندہ ہیں اور وہی دن قیامت سے قبل واپس تشریف لائیں گے۔

چوتھی دلیل:

”عن عبدالله بن عمرو قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ینزل عیسی بن مریم الی الارض فیتزوج ویولد له ویمکث خمسا و اربعین سنة ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسی بن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر و عمر“ (رواه ابن الجوزی فی کتاب الوفاء/مشکوة باب نزول عیسی بن مریم)

ترجمہ: عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زمانہ آئندہ میں عیسیٰؑ زمین پر اتریں گے، اور میرے قریب دفن ہوں گے قیامت

کے دن میں مسیح بن مریمؑ کے ساتھ اور ابوبکرؓ و عمرؓ کے درمیان قبر سے اٹھوں گا۔

پانچویں دلیل:

’’عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان عیسی علیہ السلام یتزوج فی الارض ویقیم بہا تسع عشرۃ سنۃ‘‘ (رواہ نعیم بن حماد فی کتاب الفتن /فتح الباری ج/ص ۳۵۷)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک حضرت عیسیٰؑ زمین پر شادی کریں اور انیس (۱۹) سال زمین پر رہیں گے۔

چھٹی دلیل:

’’عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یسلط علی قتل الدجال الا عیسی ابن مریم ‘‘ (اخرجہ ابو داؤد الطیالسی فی مسندہ / الجامع الصغیر للسیوطی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دجال کے قتل پر کوئی مسلط نہیں ہوسکتا سوائے عیسیٰ بن مریمؑ کے۔

ساتویں دلیل:

’’عن حذیفۃ بن اسید الغفاری رضی اللہ عنہ قال اطلع النبی صلی اللہ علیہ وسلم علینا ونحن نتذاکر فقال

ماتذکرون قالوا نذکر الساعة قال انها لن تقوم حتی تروا قبلها عشر آیات فذکر ۔۔۔۔۔۔۔(ومنهم۔ عدنان) نزول عیسی ابن مریم '' (اخرجه مسلم و ابوداؤد و الترمذی وابن ماجه)

ترجمہ: حضرت حذیفہ بن اسید غفاریؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم پر مطلع ہوا اس حال میں کہ ہم آپس میں مذاکرہ کررہے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کس چیز کی تذکرہ کررہے ہو، کہا ان لوگوں نے ہم قیامت کا ذکر کررہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اس سے پہلے تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا تذکرہ فرمایا۔۔۔۔۔(ان میں سے ایک ۔عدنان) حضرت عیسی بن مریمؑ کا نزول ہے۔

آٹھویں دلیل:

'' عن انس رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انا اول من یدخل الجنة یوم القیامة واشفع وسیدرک رجال من امتی عیسی بن مریم ویشهدون قتل الدجال'' (المستدرک للحاکم /اخرجه ابن خزیمة فی صحیحه کما فی کنز العمال''

ترجمہ: حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گا قیامت کے دن اور میں ہی سب سے پہلے شفاعت کروں گا اور آپ عنقریب جان لوگے میری امتی میں سے ایک ایسے شخص کو جو عیسی

بن مریمؑ ہے اور وہ گواہی دیں گے دجال کو قتل کرنے کا۔

نویں دلیل:

’’عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ادرک منکم عیسی ابن مریم فلیقرئہ منی السلام‘‘ (اخرجہ الحاکم وصححہ ج/۴ص/۵۴۵ کما فی الدر المنثور ج/۲ص/۲۴۵)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جس نے حضرت عیسی ابن مریمؑ کو پائے پس اس کو چاہیے کہ میری طرف سے اس کو سلام کہے۔

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عیسیٰؑ کے نزول کو شرط کے ساتھ معلق فرمایا، اگر حضرت عیسیٰؑ حیات نہ ہوتے تو شرط لگانا ہی باطل ہوتا۔

دسویں دلیل:

’’عن عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ قال مکتوب فی التوراۃ صفۃ محمد وعیسی ابن مریم یدفن معہ ‘‘الدر المنثور ج/۲ص/۲۴۵)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے روایت ہے کہ فرمایا توریت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت یوں لکھا ہوا تھا اور حضرت عیسیٰؑ کو اس کے ساتھ دفن کیا جائے گا۔

گیارہویں دلیل:

’’عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم لن تھلک امۃ انا فی اولھا وعیسی ابن مریم فی آخرھا والمھدی فی وسطھا '' (رواہ النسائی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا امت ہرگز ہلاک نہیں ہوسکتا (اس لئے) مین اس کے اول میں ہوں اور حضرت عیسی ابن مریمؑ اس کے آخر میں اور حضرت مہدی اس کے درمیان میں۔

وسط سے مراد ماقبل الآخر ہے، اس لئے حضرت عیسیٰؑ کا نزول دجال کے قتل کے لئے ہے اور وہ حضرت مہدی کے زمانہ میں ہوگا اور حضرت عیسیٰؑ اس کی امامت میں نماز پڑھے گا۔

فصل سوم حیات ابن مریمؑ از آثار الصحابہ والتابعین:

پہلا اثر:

''عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فی قولہ تعالی (وان من اھل الکتب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ) قال خروج عیسی ابن مریم'' (اخرجہ الحاکم ج/۲ص/۳۰۹ ، الدرالمنثور ج/۲ص/۲۴۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اللہ تعالی کے اس قول کے بارے میں مروی ہے (اور اہل کتاب میں سے کوئی نہیں رہے گا مگر وہ حضرت عیسیٰؑ پر ان کی موت سے پہلے ضرور ایمان لائے گا) فرمایا ابن عباسؓ نے کہ حضرت عیسیٰؑ کا نزول کے بعد۔

''عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فی قولہ تعالی (وان من اھل الکتب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ) قال قبل موت عیسی''

(ابن جریر ج/٦ص/١٤/الدر المنثور ج/٢ص/٢٤١)
ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیؑ کی موت سے پہلے۔

دوسرا اثر:

’’ عن محمد بن علی بن ابی طالب وھو ابن الحنفیۃ رضی اللہ عنہ فی قولہ تعالی(وان من اھل الکتب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ) قال لیس من اھل الکتاب احد الا اتتہ الملائکۃ یضربون وجھہ ودبرہ ثم یقال یاعدواللہ ان عیسی روح اللہ وکلمتہ کذبت علی اللہ وزعمت انہ اللہ ان عیسی لم یمت وانہ رفع الی السماء وھو نازل قبل ان تقوم الساعۃ فلا یبقی یھودی ولا نصرانی الا آمن بہ ‘‘ (اخرجہ عبد بن حمید وابن المنذر عن شھر بن حوشب عن محمد بن علی ، الدر المنثور ج/٢ص/٢٤١)

ترجمہ: حضرت محمد بن علی بن ابی طالب سے مروی ہے اور وہ بیٹا ہے حضرت حنفیہؓ کا اللہ تعالی کے اس قول کے بارے میں (وان من اھل الکتب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ) فرمایا کہ اہل کتاب میں سے کوئی ایک بھی نہیں رہے گا مگر فرشتے ان کے پاس آئیں گے اور ماریں گے ان کو آگے سے اور پیچھے سے پھر ان سے کہا جائے گا اے اللہ کے دشمن بے شک یہ عیسیؑ اللہ کی روح اور کلمہ ہے تم نے جھوٹ بولا اور گمان کیا کہ یہ اللہ ہے بے شک حضرت عیسیؑ نہیں مریں اور وہ آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور وہ نازل ہوگا قیامت قائم ہونے سے پہلے پس کوئی یہودی اور نصرانی باقی نہیں رہے گا مگر وہ رہے گا جو اس پر ایمان لائے گا۔

تیسرا اثر:

’’ عن قتادہ رحمۃ اللہ علیه فی قوله تعالیٰ(وان من اهل الکتب الا لیؤمنن به قبل موته)قال اذا نزل آمنت به الادیان کلها ویوم القیامة یکون علیهم شهیدا انه قدبلغ رسالة ربه واقر علی نفسه بالعبودیة ‘‘(ابن جریر ج/٦ص/۱۴ /الدر المنثور ج/۲ ص/۲۴۱)

ترجمہ: حضرت قتادہؒ سے مروی ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں (وان من اهل الکتب الا لیؤمنن به قبل موته) انہوں نے فرمایا کہ جب حضرت عیسیٰؑ نازل ہوں گے پس تمام ادیان (مذاہب) اس پر ایمان لائیں گے اور قیامت کے دن وہ اس پر گواہ ہوں گے کہ انہوں نے اپنے رب کا پیغام پہنچایا اور اپنے دل میں اپنے بندگی کا اقرار کریں گے۔

حضرت قتادہ بن دعامہ السدوسی البصریؒ جلیل القدر تابعین میں سے ہے۔

چوتھا اثر:

’’ عن ابن زید فی قوله تعالیٰ (وان من اهل الکتب الا لیؤمنن به قبل موته)قال اذا نزل عیسی علیه السلام فقتل الدجال لم یبق یهودی فی الارض الا آمن به ‘‘(اخرجه ابن جریر ج/٦ص/۱۴)

ترجمہ: ابن زیدؒ سے اللہ تعالیٰ کے اس(وان من اهل الکتب الا لیؤمنن به قبل موته) قول کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا جب

حضرت عیسیٰؑ نازل ہوں گے تو دجال کو قتل کریں گے زمین پر کوئی یہودی باقی نہیں رہے گا مگر وہ جو اس پر ایمان لائیں۔

حضرت محمد بن زید بن المہاجر المدنیؒ جلیل القدر تابعی ہے۔

پانچواں اثر:

" عن ابی مالک فی قوله تعالیٰ(وان من اهل الکتب الا لیؤمنن به قبل موته) قال ذلک عند نزول عیسی ابن مریم لایبقی احد من اهل الکتاب الا آمن به "(اخرجه ابن جریر ایضاً)

ترجمہ: ابی مالک سے اللہ تعالیٰ کے اس قول(وان من اهل الکتب الا لیؤمنن به قبل موته) کے بارے میں مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ یہ حضرت عیسی ابن مریمؑ کے نزول کے وقت ہوگا کوئی اہل کتاب باقی نہیں رہے گا مگر وہ جو اس پر ایمان لے آئیں۔

حضرت ابو مالک الغفاریؒ الکوفی اس کا نام غزوان ہے جلیل القدر تابعی ہے۔

چھٹا اثر:

" عن مجاهد فی قوله تعالیٰ (ولکن شبه لهم)قال صلبوا رجلا غیر عیسی شبهوه بعیسی یحسبونه ایاه ورفع الله الیه عیسی حیاً "(ابن جریر ج/۶ص/۱۲ /الدرالمنثور ج/۲ص/۲۳۸)

ترجمہ: حضرت مجاہدؒ سے مروی ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں (ولکن

شبہ لھم) انہوں نے فرمایا کہ یہودیوں نے صلیب دیا حضرت عیسیٰؑ کے علاوہ کسی اور کو اس شخص کو مشابہ بنایا حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ انہوں نے گمان کیا کہ یہی حضرت عیسیٰؑ ہیں حالانکہ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف زندہ اٹھالیا۔

ساتواں اثر:

’’ عن الحسن البصری فی قوله تعالیٰ (وان من اهل الکتب الا لیؤمنن به قبل موته) قال قبل موت عیسی والله انه الآن لحی عندالله ولکن اذا نزل آمنوا به اجمعون‘‘

(اخرجه ابن جریر جلد/۶ص/۱۴)

ترجمہ: حضرت حسن بصریؒ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول (وان من اهل الکتب الا لیؤمنن به قبل موته) کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا یعنی حضرت عیسیٰؑ کی موت سے پہلے اللہ کی قسم اب بھی وہ اللہ کے ہاں زندہ ہے اور لیکن جب وہ نازل ہوں گے تو تمام لوگ (اھل کتاب) اس پر ایمان لے آئیں گے۔

آٹھواں اثر:

’’ عن ابن عباس رضی الله عنه فی قوله تعالیٰ (وانه لعلم للساعة) قال خروج عیسی علیه السلام قبل یوم القیامة‘‘

(ابن جریر ج/۲۵ص/۵۴ ، مجمع الزوائد للهیثمی ج/۷ص/۱۰۴ ، الدر المنثور ج/۶ص/۲۰)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول (اور بے شک وہ نشانی ہے

قیامت کی) کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا مراد حضرت عیسیٰؑ کا نزول ہے قیامت سے پہلے۔

نواں اثر:

’’عن وهب بن مُنَبّه فی اثر طویل جاء فیه وظنوا ای الیهود انهم قتلوا عیسی وصلبوه فظنت النصاری مثل ذلک ورفع الله عیسی من یومه ذلک ‘‘(الدر المنثور ج/۲ص/۲۳۹۔۲۴۰)

ترجمہ: حضرت وھب بن منبہ سے ایک طویل اثر میں روایت ہے جس میں آیا ہے کہ اورانہوں نے گمان کیا یعنی یہودیوں نے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو قتل کیا اور صلیب دیا پس نصاری نے بھی یہی گمان کیا حالانکہ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالی نے اسی دن سے اٹھالیا۔

(ملاحظه: هذا کل الآثار ماخوذ من کتاب التصریح بما تواتر المسیح للشیخ انور شاه الکشمیری رحمه الله)

فصل چہارم حیات ابن مریمؑ از اجماع امت:

امام ابن عطیہ مالکیؒ فرماتے ہیں کہ:

’’امت کا اس بات پر اجماع ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان میں زندہ ہے اور وہ آخری زمانہ میں نزول فرمائیں گے اور اس اجماع کی بنیاد احادیث متواترہ ہیں۔‘‘

(البحر المحیط ص/۲ ۷ ۴)

امام ابوالحسن اشعریؒ فرماتے ہیں:

''امت کا اس پر اجماع ہیں کہ اللہ تعالی نے حضرت عیسیؑ کو آسمان پر اٹھالیا۔''

(کتاب الابانہ ص/۴۶)

علامہ سفارینیؒ فرماتے ہیں:

''امت کا اس بات پر اجماع ہیں کہ حضرت عیسیؑ آسمان سے نازل ہوں گے اور اہل شریعت میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا اس کا انکار صرف فلاسفہ اور ملاحدہ نے کیا ہیں اور ان کے انکار سے اجماع پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور اس بات پر بھی امت کا اجماع ہیں کہ حضرت عیسیؑ نزول کے بعد شریعت محمدی ﷺ کے مطابق عمل کریں گے اگرچہ آپ نبوت کی صفت سے بھی متصف ہوں گے۔''

(شرح عقیدہ سفارینی ص/۹۰ ج/۲)

اقوال اکابرین امت:

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں:

''ونزول عیسی علیہ السلام من السماء حق کائن'' (الفقہ الاکبر ص/۲۲)

ترجمہ: حضرت عیسیؑ کا آسمان سے نازل ہونا حق ہے اور صحیح ہے۔

امام ابوجعفر طحاویؒ فرماتے ہیں:

''ونؤمن بخروج الدجال ونزول عیسی بن مریم علیہما السلام من السماء'' (العقیدۃ الطحاویۃ ص/۳۵)

ترجمہ: اور ہم ایمان لاتے ہیں دجال کے نکلنے اور حضرت عیسیؑ کے آسمان سے نازل ہونے پر۔

قاضی عیاض مالکیؒ فرماتے ہیں:

''حضرت عیسیؑ کا نازل ہونا اور نازل ہو کر دجال کو قتل کرنا اہل سنت والجماعت کے ہاں حق اور صحیح ہیں احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں اور کوئی عقلی دلیل اس کے خلاف نہیں پس اس کو ماننا لازم ہے ہاں بعض معتزلہ اور جہمیہ نے اس کا انکار کیا ہیں۔''

(نووی شرح صحیح مسلم ج/ ۲ ص/ ۴)

علامہ تفتازانیؒ فرماتے ہیں:

''احادیث صحیحہ سے امام مہدی کا ظہور اور عیسیؑ کا نزول ثابت ہیں۔''

(شرح مقاصد ص/ ۳۰۷)

علامہ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں؛

''علامات قیامت میں سے دجال کا نکلنا اور عیسیؑ کا نازل ہونا ہے یہ سب حق ہے اور نصوص صحیحہ صریحہ سے ثابت ہے۔''

(المسائرہ ج/ ۲ ص/ ۲۶)

علامہ عبداللہ بن احمد حنفیؒ فرماتے ہیں:

''ان عیسی ینزل من السماء فی آخر الزمان '' (تفسیر مدارک ج/۱ص/۲۰۶)

یعنی بے شک حضرت عیسیؑ آسمان سے نازل ہوں گے آخری زمانہ میں۔

امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں:

''بل رفعه الله اليه رفع عيسى الى السماء ثابت بهذا الآية'' (تفسیر کبیر ج/۳ص/۳۴۰)

یعنی آپ کا رفع جسمانی اس آیت سے ثابت ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

" نجاه الله من بينهم ورفعه من روزنة ذلك البيت الى السماء" (تفسیر ابن کثیر بحاشیہ فتح البیان ج/۲ص/۲۲۹)

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو ان کے درمیان سے نجات دی اوران کو اٹھالیا اس گھر کے روشندان سے آسمان کی طرف۔

علامہ سید محمد بن عبدالباقی الزرقانیؒ فرماتے ہیں:

" فاذا نزل سيدنا عيسى ابن مريم عليه السلام فانه يحكم بشريعة نبينا صلى الله عليه وسلم " (شرح مواهب الدنيه)

یعنی جب حضرت عیسی بن مریمؑ نازل ہوں گےتو وہ حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے موافق حکم دیں گے۔

علامہ ابن ماجہؒ فرماتے ہیں:

" ان المسيح ينزل عند منارة البيضاء شرقى دمشق" (ابن ماجه ج/۲ص/۲۶۵)

یعنی حضرت عیسیٰؑ دمشق کے مشرقی سفید منارہ کے پاس نازل ہوں گے۔

اور امام ترمذیؒ نے بھی یہی فرمایا ہے اور اسی طرح ملا علی قاری اور علامہ ابن عربی رحمہا اللہ تعالی نے نقل کیا ہے۔ (ترمذی ج/ ۲ ص/ ۴۷، مرقات شرح مشکوۃ ج/ ۵ ص/ ۱۶۰، فتوحات مکیہ ج/ ۳ ص/ ۳۲۷۔ ۳۲۸)

علامہ بدرالدین عینیؒ فرماتے ہیں:

’’ ان عیسی یقتل الدجال بعد ان ینزل من السماء ‘‘
(عمدۃ القاری شرح بخاری ج/۱۱ص/۳۷۱)
یعنی حضرت عیسیٰؑ دجال کو قتل کریں گے آسمان سے نازل ہونے کے بعد۔

علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں:

’’ ینزل عیسی من السماء الی الارض ‘‘ (ارشاد الساری ج/۵ص/۴۱۹)
یعنی حضرت عیسیٰؑ آسمان سے نازل ہوں گے زمین کی طرف۔

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

’’ ان المسیح رفع وصعف الی السماء ‘‘(ہدایۃ الخیاری ص/۶۳)
یعنی حضرت عیسیٰؑ کو آسمان کی طرف اٹھالیا گیا۔

علامہ شعرانیؒ فرماتے ہیں:

’’ والحق ان المسیح رفع بجسدہ الی السماء والایمان بذلک واجب ‘‘ (الیواقیت والجواھر ج/۲ص/۲۹۱)
یعنی حق بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو جسد عنصری کے ساتھ آسمان کی طرف اٹھالیا گیا اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔

علامہ ابن اثیرؒ فرماتے ہیں:

’’ فرفع الی السماء من تلک الروزنۃ‘‘ (الکامل لابن اثیر ج/۱ص/۱۰۹)
یعنی حضرت عیسیٰؑ کو روشن دان سے آسمان کی طرف اٹھالیا گیا۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں:

’’ ینزل عیسی الی الارض وکان رأسه یقطر الماء‘‘ (حیاۃ الحیوان ج/اص/۴)

یعنی حضرت عیسیٰؑ زمین کی طرف نازل ہوں گے اس حال میں کہ اس کے سر سے پانی ٹپک رہے ہوں گے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں:

’’ رفع الله عزوجل عیسی بن مریم الی السماء‘‘ (غنیة الطالبین ج/۲ص/۴۸)

یعنی اللہ تعالی نے حضرت عیسیٰؑ کو آسمان کی طرف اٹھالیا۔

تمت

دیگر تالیفات